ندائے غیبی (مکمل)

الحاج فقیر محبوب شاہ وارثی الہندی العربی

بہ فرمائش

حضرت الحاج میاں محمد نعیم الدین فقیر احمد شاہ وارثی پنجتنی (راول پنڈی)

ترتیب وتدوین

رانا عارف علی



ندائے غیبی الحاج فقیر محبوب شاہ وارثی الہندی العربی کے زورِ قلم کا نتیجہ اور آپ کی صوفیانہ فہم و فکر کا شاہکار ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے اول حصہ کے شروع میں سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کی تفسیر و شرح ایک انوکھے انداز میں کرتے ہوئے بیعت و فقیری کی ضرورت اور عظمت کو اُجاگر کیا ہے۔ اس کے علاوہ فضائل اہلِ بیت اور سیدنا وارث علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے خوارقِ عادات و کرامات اور اقوال سے یہ کتاب مملو ہے۔

محمد اسمٰعیل خاں عاقل اکبرآبادی



ندائے غیبی

(مکمل)

الحاج فقیر محبوب شاہ وارثی الہندی العربی

بہ فرمایش

حضرت الحاج میاں محمد نعیم الدین فقیر احمد شاہ وارثی پنجتنی (راول پنڈی)

ترتیب وتدوین

رانا عارف علی

۲۹۷.۴۲

وارثی وارثی، الحاج فقیر محبوب شاہ وارثی ہندی العربی (م:۱۹۶۰ء)
ندائے غیبی/ الحاج فقیر محبوب شاہ وارثی ہندی العربی - ترتیب وتدوین: رانا عارف علی
نڑالی: مخدومہ امیر جان لائبریری، اگست ۲۰۲۰ء، ۱۵۶ صفحات

۱-تذکرہ-تصوف ۲-سلسلہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ
۳-اردو ۴-برصغیر-دیوہ-بارہ بنکی

ISBN: 978-969-9928-20-8

سلسلہ اشاعت (۲۰)

NIDA E GHAIBI/
ALHAJ FAQEER MEHBOOB SHAH WARSI HINDI AL-ARABI,- NARALI:
MAKHDUMA AMIR-JAN LIBRARY, AUGUST 2020, 156PP.
SERIES OF PUBLICATION (20)

ISBN: 978-969-9928-20-8

سرورق: حسیب احمد محبوبی

ترتیب وتدوین: رانا عارف علی

نمونہ خوانی: رانا عارف علی، محمد ابوبکر، نعمان احمد

نمونہ خوانی (عربی عبارات): پروفیسر ڈاکٹر مطیع الرحمٰن مشہدی، کلیم احمد

کمپوزنگ: سجاد کمپوزنگ سنٹر گوجراں والا

ناشر: مخدومہ امیر جان لائبریری، نڑالی/ گوجر خان

طابع: مطاف پبلشرز گوجراں والا

طبع ہفتم: اگست ۲۰۲۰ء

قیمت: ۳۰۰ روپے

اساتذہ کرام

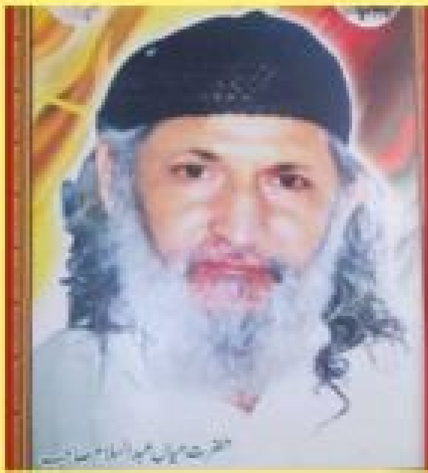
ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

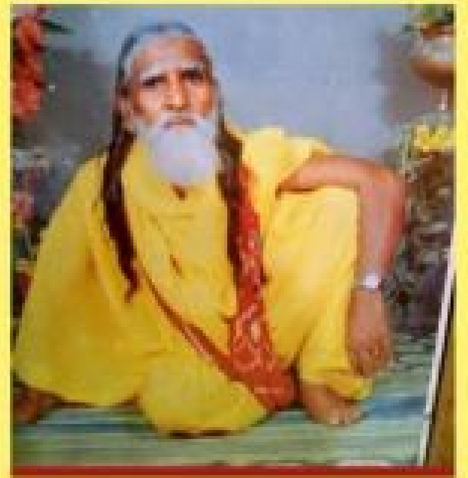
اور

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

کے نام

اگر میں ہوں تو تری چشمِ اعتبار میں ہوں
وگرنہ کون ہوں میں اور کس شمار میں ہوں





یا وارث
حق وارث

حضرت سید
عبدالسلام
عرف میاں بالکا ابوبکر
رحمتہ اللہ علیہ

فیضانِ نظر

حضرت خواجہ
سید عنبر علی شاہ
وارثی چشتی اجمیری
رحمۃ اللہ علیہ

عرفانِ سلسلہ وارثیہ قادریہ

ایف بی گروپ

عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ کی ایک بہترین کاوش
وارثی کتب اب پی ڈی ایف میں آپ سب وارثیوں کے لیے۔
منجانب : رمیز احمد وارثی
جو لوگ سلسلہ کی کتب جو پی ڈی ایف والی پڑھنا چاہتے ہیں
تو اس نمبر پر رابطہ کریں۔

923101157013

حرفِ سپاس

سلسلہ وارثیہ کے موسس اور بانی حضرت وارث پاکؒ ارثِ مصطفوی و مرتضوی کے حقیقی وارث اور انیسویں صدی کے عظیم صوفی ہیں۔ آپؒ نے ۱۸۴۷ء میں بہ عمر چودہ برس، دیویٰ شریف کے مقام پر طریقت کے اس نئے سلسلہ وارثیہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت وارث پاکؒ کی تعلیمات اور فیضِ روحانی سے آج بھی ایک عالم مستفیض و مستنیر ہو رہا ہے۔

کئی ایک متوسلین سلسلہ نے حضور وارث پاکؒ کے سوانح، ارشادات اور ملفوضات قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ''ندائے غیبی'' اپنی کمیت اور ماہیت کے لحاظ سے حضور وارث پاکؒ کے سوانح پر لکھی جانے والی کتب میں اہم مقام کی حامل ہے۔ اس کتاب کے مؤلف فقیر محبوب شاہؒ وارثی الہندی العربی ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۰ء میں فیضان ٹریڈنگ کارپوریشن کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ ''ندائے غیبی'' کی اس پہلی اشاعت میں جناب مختار علی وارثی بھرت پوری کی مکمل سعی و کاوش شامل رہی۔ محمد اسماعیل خاں عاقل اکبر آبادی مدیر اعلیٰ ماہنامہ اذان نے ''حقیقتِ حال'' کے عنوان سے خوب صورت ابتدائیہ تحریر کیا۔

اس تالیف لطیف کا دوسرا ایڈیشن فقیر سرور شاہ حاذق وارثی براری کی فرمائش پر سال ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن اللہ داد خان کبیر کے زیرِ اہتمام خالد

پرنٹرز، دل محمد روڈ لاہور سے چھپا۔ ۱۹۸۷ء میں اس تصنیف کا تیسرا ایڈیشن جناب ناصر حسن وارثی کی فرمائش پر لاہور سے شائع کیا گیا۔ ''ندائے غیبی'' کی یہ اشاعت محمد سلیم الیاس پرنٹنگ پریس کے زیر اہتمام مسلم سٹریٹ نمبر ٦، براندرتھ روڈ لاہور سے وقوع پذیر ہوئی۔ فارحہ پرنٹرز ملیر کالونی نشتر اسکوائر کراچی سے ''ندائے غیبی'' کا چوتھا ایڈیشن جناب خضر صاحب کی کوششوں سے سال ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔

''ندائے غیبی'' کا ایک اہم اور پانچواں ایڈیشن ۲۰۰۴ء میں الوارث اکیڈمی پاکستان کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کی طباعت اور کتابت کی تصحیح جناب دلبر شاہ وارثی کی زیرِ نگرانی ہوئی اور اس اشاعتِ خاص کے مصارف محسن و مربی قبلہ زبیر احمد گلزاری مرحوم کے ذمے تھے۔ اس ایڈیشن میں سعید احمد قریشی، حاجی سیّد انوار حسین وارثی، دلبر شاہ وارثی مینائی، صغیر حسن خاں زبیری الوارثی اور گلاب شاہ وارثی اکبر آبادی کے تحسینی و تعارفی شذرات بھی شامل ہیں۔ دلبر شاہ وارثی اور دیگر اکابرین کے خیال میں یہ ''ندائے غیبی'' کا تیسرا ایڈیشن تھا جبکہ اب تک کی دستیاب اشاعتوں میں اس مذکورہ اشاعت کا پانچواں نمبر بنتا ہے۔

ان کے علاوہ محترم راشد عزیز وارثی کے پاس ''ندائے غیبی'' کا ہندوستان سے شائع شدہ نسخہ (ایڈیشن) بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ (ایڈیشن) مارچ ۲۰۰۵ء میں زبیری بُک ڈپو، آستانہ روڈ، دیوئ شریف (بارہ بنکی) انڈیا سے شائع ہوا۔ یوں زیرِ نظر ''ندائے غیبی'' کا یہ نسخہ اس تصنیف کا ساتواں ایڈیشن قرار پاتا ہے۔

کتاب ''ندائے غیبی'' کی موجودہ اشاعت حضور قبلہ احمد شاہ وارثی پنجتنی راولپنڈی کی خواہش اور حکم کی تعمیل میں منصۂ شہود پر آئی۔ میری خوش بختی ہے کہ حضور وارث پاکؒ کے سوانح و ملفوظات پر مشتمل اس کتاب کی اشاعت کے کسی بھی مرحلہ میں کام آسکا۔ حضور وارث پاکؒ کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کے پیش نظر حتی الامکان یہ

کوشش رہی کہ عقیدت اور احتیاط کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، ترتیب وتدوین اور اشاعت کے دیگر مراحل میں حد درجہ احتیاط برتنے کی کوشش کی گئی۔

کتاب ''ندائے غیبی'' کا پہلا حصہ سورہ بقرہ کے ایک پورے رکوع، اس کے ترجمہ اور منفرد تفہیم پر مشتمل ہے۔ سورہ بقرہ کے اس رکوع کے عربی متن کی پروف ریڈنگ کے فرائض جامعہ عربیہ گوجرانوالا کے فارغ التحصیل اور ایم فل اسکالر جناب کلیم احمد اور گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالا، شعبہ علوم اسلامیہ کے استاد ڈاکٹر مطیع الرحمن مشہدی نے ادا کیے۔ سورہ بقرہ کے مذکورہ رکوع کے علاوہ بھی کتاب میں کئی ایک جگہوں پر عربی عبارات (آیات واحادیث) موجود تھیں لیکن اُن پر اعراب درج نہ تھے۔ پروفیسر انعام الرحمٰن صاحب کی تجویز پر قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر جناب کلیم احمد اور محترم راشد عزیز وارثی المعروف فقیر مراد شاہ وارثی (آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف) کی مدد سے ان عبارات پر نہ صرف اعراب لگا دیئے بلکہ ان کا ترجمہ بھی کر دیا۔ بعض جگہوں پر فاضل مصنف نے فارسی اشعار اور فارسی مصرعے بھی درج کیے ہیں۔ جناب راشد عزیز وارثی نے ان فارسی اشعار اور مصرعوں کے اُردو تراجم فراہم کر دیے۔ ''ندائے غیبی'' کی عبارت میں کم مستعمل عربی، فارسی اور ہندی الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان کم مستعمل اور غریب عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کے آسان معانی فراہم کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ قارئین کو عبارت کی تفہیم اور ابلاغ میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ ہو۔

کتاب کی پروف ریڈنگ میں مجھے اپنے ایم-اے اُردو کے طلبا حافظ محمد ابوبکر اور نعمان احمد کی مدد بھی حاصل رہی۔ کمپوزنگ کے تمام مراحل برادرم سجاد صاحب (گوجرانوالا) نے بڑی عقیدت اور محبت سے طے کیے۔ سرورق کے لیے جناب

حسیب احمد محبوبی (اسلام آباد) کا خصوصی طور پر ممنون و شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمیشہ اپنی بے پناہ محبتوں سے نوازا۔ قبلہ حسن نواز شاہ صاحب نے کمال التفات فرماتے ہوئے اس سارے کام میں میری سرپرستی فرمائی، اُن کے احسانات کی فہرست خاصی طویل ہے۔ مدثر رضا خاں وارثی (راولپنڈی)، رحمٰن وارثی، محمود وارثی (گوجرانوالا)، ناصر علی وارثی (فیصل آباد)، غلام فرید وارثی، معین وارثی (لاہور) اور ادارہ سوز و گداز کے تعاون اور مدد سے انکار ممکن نہیں۔ میں ان تمام محسنین کا تہہ دل سے سپاس گزار ہوں جنہوں نے ''ندائے غیبی'' کی اس اشاعت میں میری معاونت فرمائی۔ اس اشاعت میں نظر آنے والی تمام خوبیاں حضور وارث پاکؒ کی بلند مرتبہ شخصیت کا اعجاز اور جہاں کہیں کمی کوتاہی نظر آئے وہ بہ تقاضائے بشریت میری خطا۔

گرچہ من ناپاک ہستم دل بہ پاکاں بستہ اَم

رانا عارف علی

گوجرانوالا

0300-3202975

ندائے غیبی

ندائے غیبی کا تعلق ازل سے ہے۔ اگر یہ نبیوں اور رسولوں کو سنائی دے تو وحی اور ولیوں کو سنائی دے تو کشف اور الہام اور شاعروں کو سنائی دے تو آمد کہلاتی ہے۔ جن ارواح نے اس ندا کو سن کر لبیک کہا اور پھر اسے یاد رکھا وہ صاحبِ ایمان ٹھہرے اور جو اسے بھول گئے وہ منکر قرار پائے۔

اردن کے باسی شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی نے سرکار حضور عالم پناہ سیّدنا حاجی وارث علی شاہؒ کے پہلو میں ندائے عہدِ الست پہ بلیٰ کہا، اور پھر اس عالمِ رنگ و بو میں آنے کے بعد سرکار وارثِ عالم نوازؒ کے قدموں میں آگرے۔ آپ کے دستِ حق پرست پہ شرفِ بیعت حاصل کر کے احرامِ فقر کی نعمت پائی۔ اور پھر ساری زندگی سرکار وارثِ عالم نواز کے ترانے گاتے گزار دی۔

''ندائے غیبی'' شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی نے اپنے مرشدِ کریم سرکار وارثِ عالم نوازؒ کے حالات، کرامات اور ملفوظات پہ مشتمل ایک ایسا مختصر مگر جامع اور حسین مرقع تیار کیا، جس میں گویا کوزے میں دریا بند کر دیا۔ جناب رانا عارف علی نے اس گلدستہ کی تزئین و آرائش کر کے انتہائی خوبصورت انداز سے سرکار وارث عالم نوازؒ

کے محبین کی نذر کرنے کا اہتمام کیا۔ اللہ کرے ان کی یہ سعیٔ پر خلوص شرفِ قبولیت سے باریاب ہو اور قارئین اس تصنیف لطیف سے بھرپور مستفید و مستفیض ہوں۔

خاکِ درِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

راشد عزیز وارثی

المعروف فقیر مراد شاہ وارثی

آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف (گوجر خان۔ راولپنڈی)

حقیقتِ حال

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کا باعث دولت دنیا اور صرف ظاہری اسباب و ذرائع نہ تھے بلکہ ان کی ترقی کا مدار دراصل ان کی قوتِ روحانی پر منحصر تھا۔ وہ روحانی تقویت کے اعتبار سے جس قدر مضبوط اور پر اعتماد تھے اتنے ہی اغیار کی نظروں میں وقیع اور قابل ستائش تھے۔ روحانی افزائشوں کا ہی نتیجہ تھا کہ چہار دانگِ عالم میں مسلمانوں کے حسنِ عمل کا ڈنکا بج رہا تھا اور اسلام کا ایک ادنیٰ خادم اس روحانی تقویت کے باعث سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کی جلالت وعظمت کے کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کے جاہ وحشم کو آنکھ میں بھی نہ لاتا تھا۔

تاریخ اس بات کی بھی گواہی دے رہی ہے کہ دنیا میں شاہانِ اسلام اور عمالِ حکومت ایک طرف اگر اپنی فتح مندی اور کامرانی کے لیے اسباب دنیوی سے مُتمتّع (فائدہ اٹھانے والے) ہوتے تھے تو دوسری طرف وہ فقرا و اولیائے کرام کے دربار میں روحانی فیوض و برکات کی تحصیل کے لیے حاضر ہونا اپنی نصرت و کامرانی کی دلیل سمجھتے تھے۔ اور دنیا نے دیکھا کہ بیشتر مواقع پر اولیائے کرام کی روحانی قوتوں نے توپ وتفنگ سے زیادہ کام کیا۔

انقلابات زمانہ کہیے یا مسلمانوں کی بدقسمتی کہ انہوں نے اغیار کی سازشوں کا شکار ہو کر احکاماتِ دینیہ سے کنارہ کشی کے ساتھ ساتھ اولیائے کرام کی روحانی قوتوں

سے فیوض و برکات کی تحصیل کو دنیوی اسباب و ذرائع پر قربان کر دیا اور طرح طرح کے اختلافات اور موشگافیوں کا شکار ہو کر اس نعمت و برکت سے محروم ہو گئے۔ جس کا نتیجہ آج ان کے سامنے ہے اور ''خود کردہ را علاجے نیست'' کے مصداق سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

کوئی صحیح العقل مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ تلاوت کلامِ الٰہی اور انبیا علیہم السلام کے اقوال و افعال کے تذکرہ کے بعد اولیا کرام کے اوصاف و احوال کے ذکر سے بڑھ کر اور کوئی ذکر نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور مشائخِ کبار نے ہمیشہ اپنے متوسلین و معتقدین کو اولیا کرام کا ذکر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ کی باتیں یاد رکھو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان کے نام ہی یاد رکھو کہ یہ بھی باعث خیر و برکت امر ہے۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے خسرو! ملفوظاتِ مشائخ کو یاد کرو اور ان کا ذکر کیا کرو کیونکہ ان کے ذکر سے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

شہدائے کرام اور واصلین حق اولیائے کرام، اگر چہ ہماری ظاہری نظروں سے دور ہیں مگر خداوند عالم کے ارشاد کے مطابق وہ زندہ ہیں اور ان کو دائمی زندگی ملنے کے علاوہ رب تبارک وتعالیٰ کی جانب سے روزی بھی ملتی ہے، خدا کی مخلوق پر آج بھی ان کا تصرف جاری ہے اور تشنگانِ راہِ طریقت و معرفت ان کے بحرِ فیض و کرم سے آج بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ صرف اُس بد بخت کور باطن انسان کے علاوہ جو اولیائے کرام کی زندگی اور ان کی کراماتِ روحانی کا قائل نہیں، سارا عالم یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گرداند زِ راہ

کتاب ندائے غیبی جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی تالیف کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کا مطالعہ مسلمانوں کی روحانی قوت میں اِز دیاد (اضافہ) کا باعث ہو۔ محترم شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی جو تقریباً بارہ تیرہ سال سے اُردن میں قیام پذیر ہیں اور اس وقت کچھ عرصے کے لیے پاکستان کراچی میں اپنے معتقدین و متوسلین کی استدعا پر تشریف فرما ہیں۔ ندائے غیبی آپ کے زورِ قلم کا نتیجہ اور آپ کی صوفیانہ اور فقیرانہ فہم و فکر کا شاہکار ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے اول حصہ کے شروع میں سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع کی تفسیر و شرح ایک انوکھے انداز میں کرتے ہوئے بیعت و فقیری کی ضرورت اور عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ اس کے علاوہ فضائل اہلِ بیتؓ اور حضرت سیدنا وارث علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خوارقِ عادات و کرامات اور اقوال سے یہ کتاب مملو (بھری پڑی) ہے جو نہ صرف سلسلۂ وارثیہ کے متوسلّین (منسلک، وسیلہ ڈھونڈنے والے) کے لیے مفید اور مستفیض ثابت ہوگی بلکہ عام مسلمان آپ کی اس تالیف سے بہرہ اندوز (مستفید) ہو سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور عام مسلمانوں کو آپ کی اس تالیف سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

محمد اسمٰعیل خاں عاقل اکبر آبادی

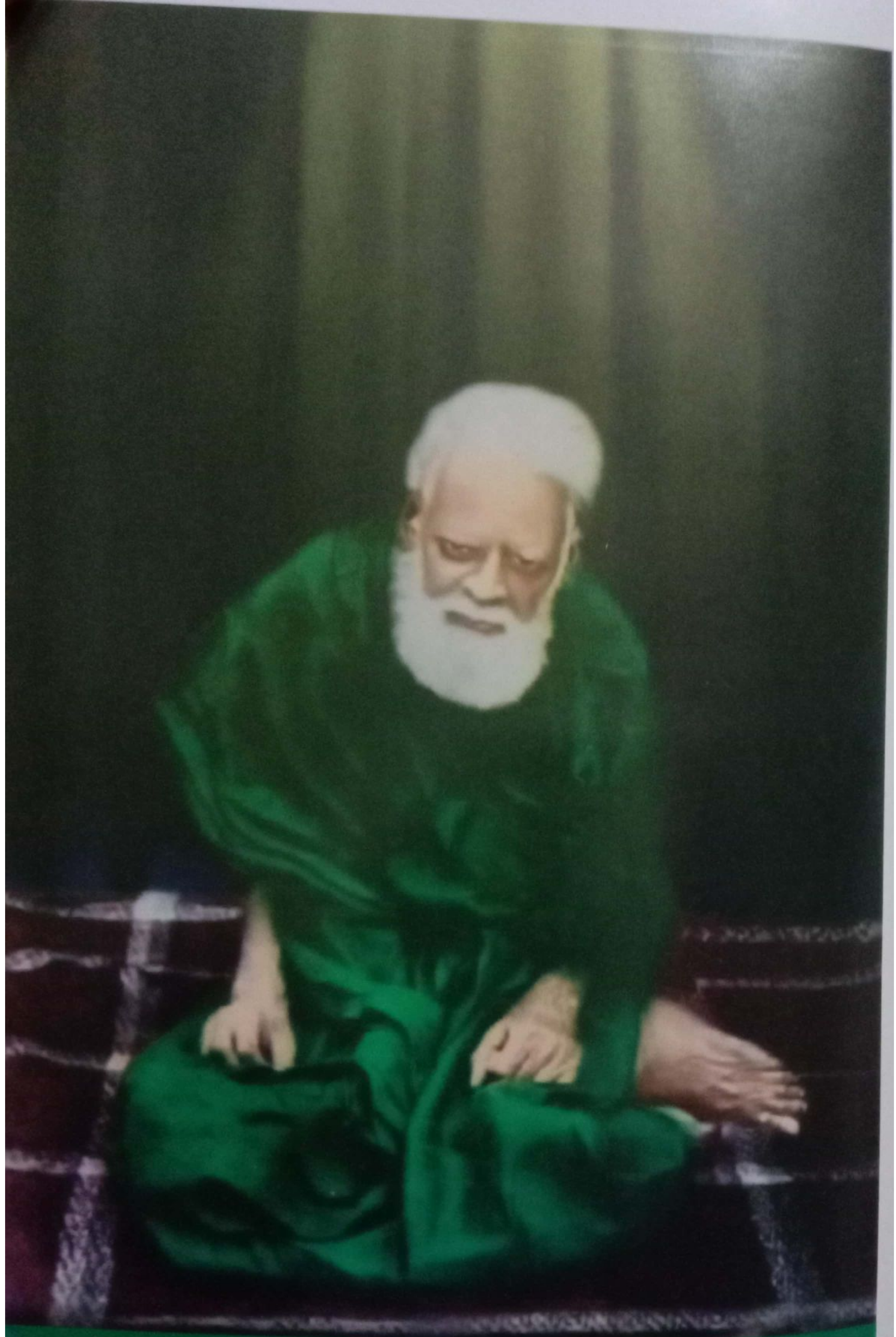
مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ اذان

سابق مینجنگ ایڈیٹر ہفت روزہ فیضان

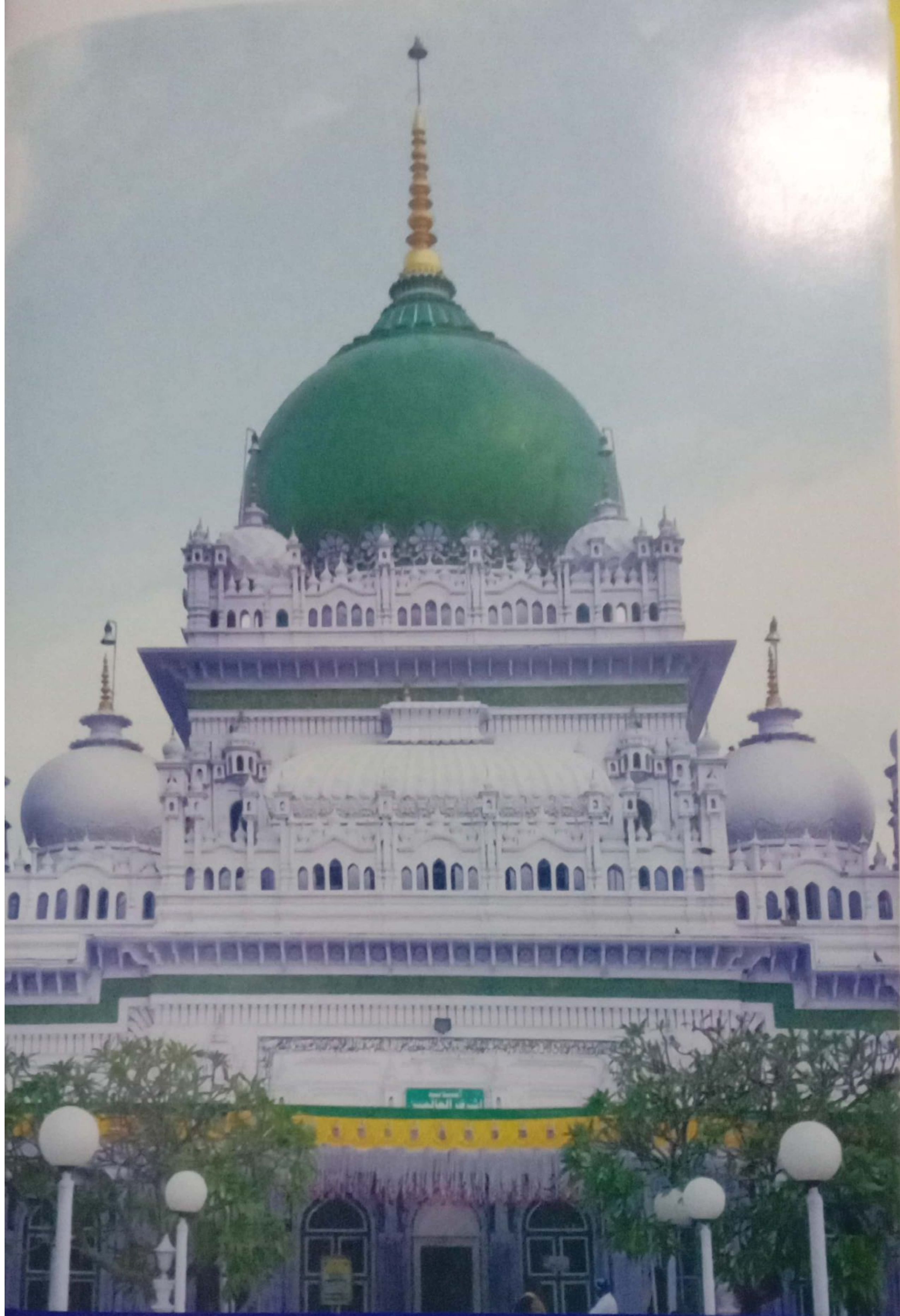
کراچی (پاکستان) ۳۱ مارچ ۱۹۶۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُكَفِّىٍ
وَلَا مُسْتَغْنٍى عَنْهُ رَبَّنَا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
وَحَبِيْبِهٖ وَخَلِيْلِهٖ مُحَمَّدِنِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الْهَاشِمِى الْقُرَيْشِىِّ
الْعَرَبِىِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ
وَاَهْلِبَيْتِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط



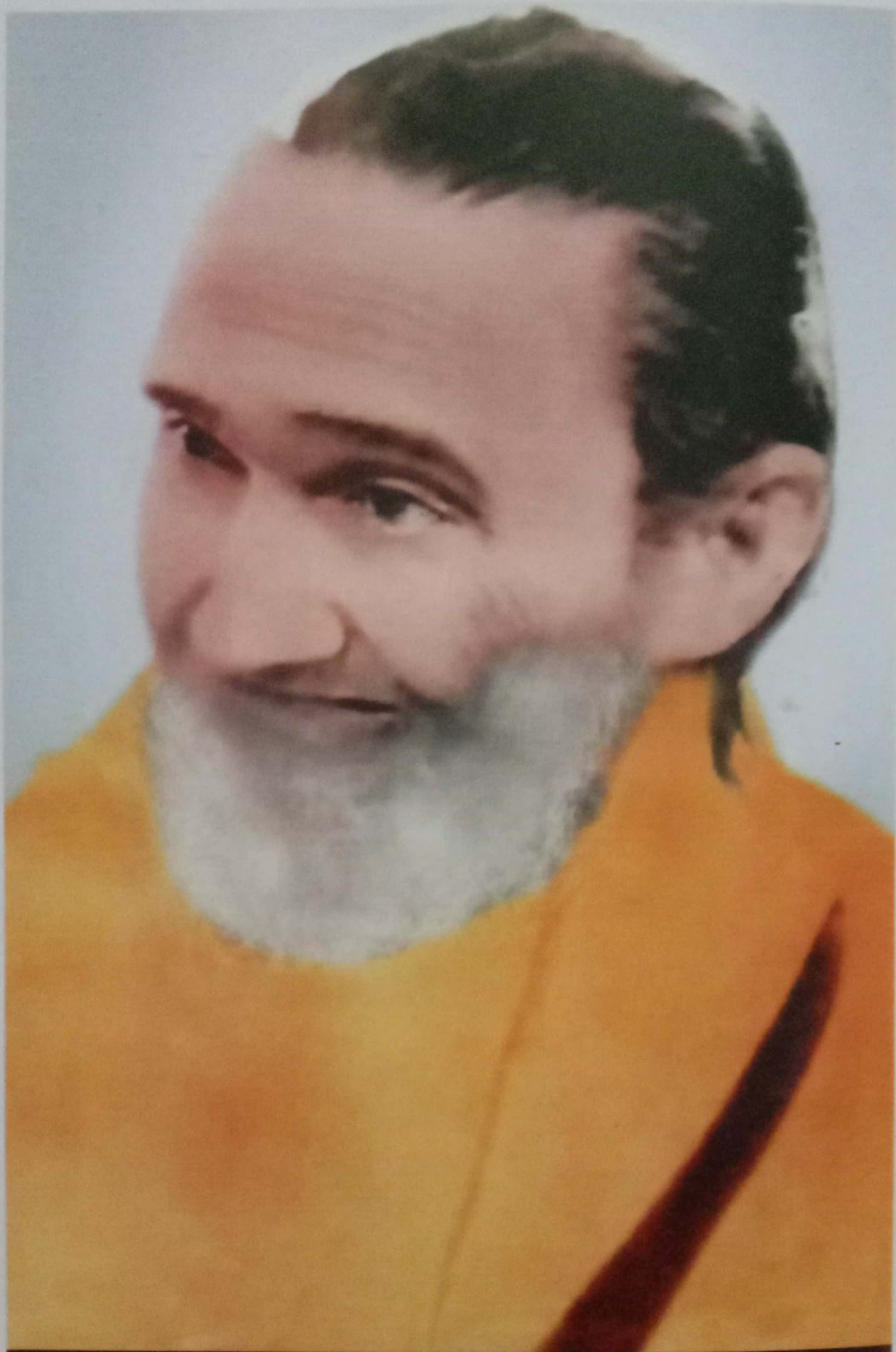
حضرت حاجی و حافظ سرکار سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ



روضہ اقدس

حضرت حاجی و حافظ سرکار سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دیوہ شریف بارہ بنکی (یو۔پی) انڈیا



صاحبِ تصنیف

حضرت محبوب شاہ وارثی الہندی العربی رحمۃ اللہ علیہ



میاں محمد نعیم الدین فقیر احمد شاہ وارثی پنجتنی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلاصہ

ندائے غیبی (یعنی) اللہ کی پکار، یوں تو از ابتدائے آفرینشِ عالم (ابتدائے دنیا سے) ہمیشہ اس کے خاص بندوں، لوگوں یا پیغمبروں کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچتی رہی ہے اور تا قیامت اس کے خاص بندوں کے ذریعہ پہنچتی رہے گی مگر خصوصی طور پر خصوصی پیغامبروں کے ذریعہ کتابوں کی ترتیب کے ساتھ بھی نازل ہوئی اور دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ گئی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ زبورؔ کے نام سے نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا کے ذریعہ توریت کے نام سے نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ انجیل کے نام سے نازل ہوئی اور بالآخر آخر مرتبہ آخری پیغامبر خاتم النبیین حبیب رب العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ قرآن مجید کے نام سے نازل ہوئی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گئی۔ مگر چونکہ اول زمانہ کے لوگوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کے لوگوں میں سے بہت کم لوگوں نے اس ندائے غیبی پر لبیک کہا اور ان لبیک کہنے والوں (یعنی) اُن صاحب الکتاب انبیاء کی امتوں نے اس ندائے غیبی پر صحیح طور پر عمل کرنے کے بجائے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنے حسبِ دل خواہ تبدیل کر ڈالا اور اپنی خود غرضی کے تحت احکاماتِ الٰہیہ کے غلط معنی ترتیب دے کر دوسرے نافہموں کو بھی گمراہ کیا

اور خود بھی قعرِ مذلت (رسوائی کا گڑھا) میں گر گئے۔

لیکن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو ندائے غیبی قرآن مجید کے نام سے نازل ہوئی اس پر دنیا کے زیادہ سے زیادہ لوگوں نے لبیک کہا اور اُمت محمدی نے احکامات خداوندی پر عمل کا وہ نمونہ پیش کیا کہ جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے اور جس کی دلیل اور ثبوت میں اولیائے کرامؒ اور فقرائے عظام کی ہستیاں اس وقت بھی دنیا میں اظہر من الشمس ہیں۔ امت محمدی کے ان خاصانِ خدا اور مقبولِ بارگاہِ ایزدی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی ندائے غیبی کو صحت کے ساتھ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا اور اپنے اعمال صحیحہ سے لاتعداد گمراہوں کو صحیح راستہ بتا کر مومن بنایا اور لاکھوں بے دینوں کا نام خاصانِ خدا کی فہرست میں لکھوا دیا۔ اور اِنھی خاصانِ خدا کا طفیل ہے کہ اس وقت تک قرآنِ مجید دشمنانِ دین کی دست درازیوں سے محفوظ ہے اور قرآنِ مجید میں زیر وزبر کا بھی فرق نہ ہو سکا اور غلط معنی ترتیب دے کر نافہموں کو گمراہ کرنے والے بھی کامیابی کی منزل سے بہت دور رہے۔

گو کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت زمانۂ حاضرہ میں بظاہر اولیائے کرام و فقرائے عظام کی غیر موجودگی سے دشمنانِ دین کو قرآنِ مجید کے غلط معنی بیان کر کے نافہموں کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع حاصل ہے لیکن چونکہ اولیائے کرام سے فیض یافتہ خاصانِ خدا اس وقت بھی موجود ہیں اس لیے ندائے غیبی اس وقت اور اس زمانہ میں بھی ان اہل اللہ لوگوں کے ذریعہ صحت کے ساتھ دنیا میں پہنچ رہی ہے اور قیامت تک پہنچتی رہے گی اور جس کو اللہ جَلَّ شَانہٗ، توفیق اور ہدایت کے ساتھ ایمان عطا فرمائے گا وہ اب بھی ندائے غیبی پر بلاشک لبیک کہے گا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ (سورۃ الزمر: ۳۶-۳۷)

(اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس کو وہ ہدایت دے اُس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔)

ناظرین اس مختصر سے صحیفہ میں ''ندائے غیبی'' کے تحت قرآن مجید کے پہلے جزو کی پہلی سورۃ کا پہلا رکوع مختصراً بامعنی و بالتشریح و بالدلائل عام فہم زبان میں پیش کیا جا رہا ہے جو اللہ جل شانہٗ کی جانب سے ہر متقی دل رکھنے والے کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان آیات کریمہ میں اول اپنی کتاب کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کے بعد اپنی افضل مخلوق بنی آدم کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کے لوگوں کی تعریف اور شناخت بالدلیل اور اس کی سزا و جزا کا مفصل حال بیان فرمایا ہے تاکہ دنیا کے لوگ گمراہی سے بچ سکیں اور ان آیات کریمہ کے مطابق عمل پیرا ہو کر اللہ جل شانہٗ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی قربت حاصل کر کے جنت کے مستحق بن جائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی

ندائے غیبی

(قرآنِ مجید فرقانِ حمید)

الجزالاوّل	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	سورۃ البقرۃ

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

الٓمّٓ ۔ یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے، راہ دکھاتی ہے واسطے پرہیز گاروں کے

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا

وہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ، جو دی ہے ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

ان کو خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے اتاری گئی ہے طرف تیرے

وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور جو کچھ اتاری گئی ہے تجھ سے پہلے اور ساتھ آخرت کے وہ یقین رکھتے ہیں

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے۔

ندائے غیبی اللہ جلّ شانہٗ کی وہ پکار اور وہ کلام ہے جو قرآن مجید کے نام سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوا اور اس کی ابتداء الٓمّٓ سے ہوتی

ہے جس کے معنی اور مطلب کے متعلق تمامی علما کرام ذی احترام سے تو متفقہ طور پر یہ طے ہے کہ ''الٓمٓ '' اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک ایسا معمہ ہے کہ جس کے معنی و مطلب عقل وفہم سے بلند تر ہے۔لیکن اولیائے کرام اور فقرائے عظام کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جبکہ وہ تمامی اسرارِالٰہیہ کے راز داں ہیں تو اس معمہ کے حل سے بھی ضرور واقف ہوں گے مگر چونکہ اس کے متعلق انہوں نے بھی لب کشائی نہ فرمائی اور معمہ کو معمہ ہی رکھا اس لیے بہر صورت معمہ معمہ ہی ہے۔ علاوہ بریں یوں تو ہر مومن اپنے خیال میں اپنی عقل کے لحاظ سے قیاس آرائی کر سکتا ہے چنانچہ مؤلف کی فکر نے تو یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ا۔ل۔م یہ تینوں حروف اللہ جَلَّ شَانہٗ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کے خصوصی حروف ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے مجموعی حیثیت سے اپنے اور اپنے حبیب کے نام کی دستخط کی مہر ترتیب دے کر اپنے کلام کے اول میں اس واسطے ثبت فرمایا ہے تا کہ یہ اس کی کتاب مستند تسلیم کر لی جائے اور کسی کو کسی قسم کے شک کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور اسی لیے ''الٓمٓ'' کے فوراً بعد اس کتاب کی خصوصی خصوصیت (بلا شک) ہونے کا یقین دلایا ہے کہ ''یہ کتاب بلا شک ہے'' اور اس کے بعد اس کے خصوصی فعل کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ ''اور راہ دکھاتی ہے پرہیز گاروں کو''۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ ندائے غیبی قرآن مجید ہدایت کا سر چشمہ ہے لیکن صرف پرہیز گاروں کے لیے اور پرہیز گار وہ لوگ ہیں کہ جن کے قلوب اللہ کی طرف سے فطرتاً پرہیز گار بنائے گئے ہیں اور ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ ''وہ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر''۔ گویا کہ اول پرہیز گار لوگوں کی سب سے بڑی پہچان ایمان لانا ہے اللہ پر اور ان کے ایمان لانے کی دلیل یہ ہے کہ وہ '' قائم رکھتے ہیں نماز کو''۔ نماز حقیقتاً وہ آدابِ محبت ہے جس سے دلی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے اور عبدیت کی تمیز ہوتی ہے اور ان کی دلی عقیدت مندی کی دلیل یہ ہے کہ ''اور اس چیز سے کہ دی

ہے ہم نے ان کو، خرچ کرتے ہیں۔'' (یعنی) جو اللہ جل شانہ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس پر ان کو یقین کامل ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی نے عطا فرمایا ہے۔ اس لئے وہ اللہ کے واسطے خرچ کرنا ضروری سمجھتے ہیں (یعنی) زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ایک یہ بھی دلیل ان کے مومن ہونے کی ہے کہ'' وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیرے اور جو کچھ اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے اور ساتھ آخرت کے یقین رکھتے ہیں۔'' (یعنی) مومن لوگ قرآن مجید اور اللہ کی دوسری کتابوں پر یکساں ایمان رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن کا یقین رکھتے ہیں۔ غرضیکہ اس تمامی آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی یہ کتاب مستند اور بلا شک ہے۔ اور جو صرف مومنین کے لیے مشعلِ ہدایت ہے اور مومنین کے لیے پانچ دلائل خصوصی ہیں:۔

سب سے اول اور اہم اور خصوصی دلیل ایمان لانا ہے اللہ پر، اور دوسری دلیل قائم رکھنا ہے نماز کو، تیسری دلیل ادا کرنا ہے زکوٰۃ کا، چوتھی دلیل ایمان لانا ہے قرآن پاک اور دوسری اللہ کی کتابوں پر اور پانچویں دلیل قیامت کے دن کا یقین رکھنا ہے۔ چنانچہ ایسے مومن کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے کہ'' یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے''۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ مومنین لوگ صرف خدا کے خاص مقبول لوگ اور اللہ جل شانہ کی جانب سے صاحب الہدایت ہیں اور انہی کی دنیا اور آخرت میں فلاحیت ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے قسم کے لوگ جو مومنین کے بالکل برعکس ہیں اور جن کو اللہ جل شانہ نے کافر کے نام سے ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

تحقیق جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے اوپر ان کے کیا ڈرایا تو نے ان کو یا نہ ڈرایا تو نے ان کو

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰٓى

نہیں ایمان لائیں گے۔ مہر کی اللہ نے اوپر دلوں اُن کے اور اوپر

اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

کانوں ان کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے پردہ ہے اور واسطے ان کے عذاب ہے بڑا۔

مطلب یہ ہے کہ (بالیقین) جو لوگ کہ کافر ہیں ان کو عذابِ الٰہی سے ڈرانا نہ ڈرانا سب برابر ہے کیونکہ اللہ پاک کی طرف سے ان کے دل ہی ایسے بنائے گئے ہیں۔ اور فطرتاً وہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ جس طرح اللہ پاک نے پرہیزگاروں کو ہدایت عنایت فرمائی ہے اسی طرح کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کیونکہ ان کے لیے بجائے دنیا اور آخرت کی فلاحیت کے بہت بڑا عذاب مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد تیسرے قسم کے لوگوں کی وضاحت فرمائی ہے کہ:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا

اور بعضے لوگوں میں وہ ہیں جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور ساتھ دن آخرت کے اور نہیں

هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ

وہ ایمان لانے والے، فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو کہ جو ایمان لائے

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور نہیں فریب دیتے مگر جانوں اپنی کو اور نہیں سمجھتے۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ

بیچ دلوں ان کے لیے بیماری ہے پس بڑھائی ان کی اللہ نے بیماری اور واسطے ان

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ

کے عذاب ہے درد دینے والا۔ بسبب اس کے کہ تھے جھوٹ بولتے اور جب کہا جاتا ہے واسطے

لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○

ان کے مت فساد کرو بیچ زمین کے کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم سنوارتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ وَ اِذَا

خبردار ہو تحقیق وہی ہیں فساد کرنے والے اور لیکن نہیں سمجھتے اور اگر

قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ

کہا جاتا ہے واسطے ان کے ایمان لاؤ جیسا ایمان لائے ہیں لوگ کہتے ہیں کیا ایمان لائیں ہم جیسا

السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

ایمان لائے ہیں بیوقوف۔ خبردار ہو تحقیق وہی ہیں بیوقوف اور لیکن نہیں جانتے۔

فرماتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ کہ ''اور بعضے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور ساتھ دن آخرت کے اور نہیں وہ ایمان لانے والے'' اور مقصد یہ ہے کہ دو قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد تیسرے قسم کے لوگوں کا ذکر باقی ہے اور ''بعضے'' کا مطلب بھی یہ ہے کہ ان متذکرہ بالا دو قسم کے لوگوں میں بعضے تیسرے قسم کے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور نہیں وہ ایمان لانے والے یعنی، وہ ایمان نہیں لائے ہیں اور نہ لائیں گے۔ اس آیت پاک میں تین مقصد اور مطلب نمایاں ہیں اوّل یہ کہ صرف اقرار بِاللِسان ایمان لانے کی دلیل نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ صرف زبان سے کہنے والے مومن نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس ''نہیں ایمان لانے والے'' کے بھی دو مطلب صاف سمجھ میں آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صرف زبان

سے کہنے والے ہرگز مومن نہیں ہو سکتے اور دوسرے یہ کہ اللہ پاک کی طرف سے توفیق اور ہدایت ان کے لیے نہیں ہے اور ان کے دل کافر ہیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ ''فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے۔'' اب یہاں پر بالکل صاف ظاہر ہو گیا کہ صرف زبانی اقرار کرنے والوں کا شمار اللہ کے نزدیک جھوٹے فریب دینے والے کافروں میں ہے؛ جو اللہ کو اور ان ایمان لانے والوں کو، جو اللہ کے نزدیک صحیح طریقہ پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کے نزدیک مومن ہیں، ان کو فریب دیتے ہیں۔ مگر اللہ پاک فرماتا ہے کہ ''وہ نہیں فریب دیتے مگر جانوں اپنی کو''۔ اصلیت میں وہ اللہ کو اور ایمان لانے والوں کو جن کو اللہ کی طرف سے توفیق اور ہدایت حاصل ہے فریب نہیں دیتے بلکہ اپنی جانوں کو فریب دیتے ہیں کیونکہ بالآخر اس فریب دہی اور جھوٹ بولنے کی سزا تو ان ہی لوگوں کو جھیلنا پڑے گی۔ پھر اللہ پاک فرماتا ہے کہ ''بیچ دلوں ان کے بیماری ہے''۔ (یعنی) کفر کی لعنت تو ان کے دلوں میں پہلے سے موجود تھی اس کے ساتھ یہ فریب دینے کا ایک مرض ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ پھر فرماتا ہے کہ ''بڑھائی ان کی اللہ نے بیماری''۔ مطلب یہ کہ یہ جو کچھ ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ اس بیماری کو ان کی بڑھا دیا اللہ نے کیونکہ ''واسطے ان کے ہے عذاب درد دینے والا''۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایمان والوں کے لیے چھٹکارا ہے اور کافروں کے واسطے بڑا عذاب ہے اسی طرح ان مومن نما کافروں کے لیے عذاب ہے درد دینے والا'' ''بسبب اس کے کہ وہ تھے جھوٹ بولتے۔'' (یعنی) فریب دینے جھوٹ بولنے کی سزا میں ان کے لیے درد دینے والا عذاب مقرر ہوا جو بڑے عذاب سے زیادہ ہے۔

اب چونکہ یہ مومن نما کافر مومنین کے ساتھ ایمان لانے والوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ متشرع (شریعت کے پابند) اور عبادت گزاری کرتے ہوئے ایمان لانے

والوں کو فریب دینے کے لیے شریک حیات ہیں اس لیے ایمان والوں کے لیے بغیر
کسی دلیل خصوصی کے ان مومن نما کافروں کا پہچاننا غیر ممکن تھا۔ اس لیے اللہ جل شانہ
ان فریب والوں کی شناخت کے لیے دلائل بیان فرماتا ہے تاکہ اللہ پاک کی طرف
سے ہدایت یافتہ مومنین کی اور مومن نما کافروں کی صحیح شناخت ہو سکے۔ چنانچہ اول
فریب دینے والوں کی یہ شناخت بیان فرماتا ہے کہ ''جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے
مت فساد کرو بیچ زمین کے کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم سنوارتے ہیں''۔
مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ فریب دہی دنیا میں بہت بڑے فساد کا باعث ہے اور وہ اس
طرح کہ (اگر کسی خاندان کے سیدھے سادے نافہم دو چار آدمی بھی ان کے دامِ
فریب میں آکر ان کے عقائد کے ساتھ متفق ہو کر۔ ان کے ہم خیال ہو گئے تو یقیناً اس
خاندان میں ایک فسادِ عظیم پیدا ہو گیا اور اس اختلافِ مذہبی سے آپس میں نفاق کی وہ
بنیاد پڑ گئی جو رفتہ رفتہ نسلاً بعد نسلاً قلبی عداوت اور قطعِ تعلقاتِ باہمی کا پیش خیمہ بن
جائے گی۔ اور ایک ہی گھر ایک خاندان کے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے
ہو جائیں گے۔ چنانچہ دلیل کے طور پر آج سے پچاس برس قبل کی دنیا پر نظر ڈالنے
سے صاف ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ میں صرف اختلافات عقائد کی بنا پر بجائے اخوت
و محبت کے مسلمانوں میں نفاق و عداوت کا دور دورہ ہے اور ہر شخص ایک دوسرے سے
مختلف ہے۔ اور اس تمام فساد انگیزی کے باوجود جب ان فساد برپا کرنے والے مومن
نما کافروں سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ اور اپنی غلط بیانی سے کسی نافہم کو
گمراہ نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم فساد نہیں کرتے بلکہ گمراہوں کی اصلاح کرتے ہیں
چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ''خبردار ہو تحقیق وہی ہیں فساد کرنے والے اور لیکن نہیں
سمجھتے۔'' مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک تاکیداً ہوشیار رہنے کے لیے خبر دے رہا ہے اور
تحقیق (یعنی) یقین کے ساتھ بتلاتا ہے کہ وہی فسادی ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ اور اس کے

بعد ایمان لانے والوں اور نہ ایمان لانے والوں کی شناخت کے لیے دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ اگر کہا جاتا ہے واسطے ان کے "ایمان لاؤ جیسے کہ ایمان لائے یہ لوگ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسا کہ ایمان لائے ہیں بیوقوف۔" اس آیت پاک سے اوّل تو اس کی بالکل تصدیق ہو رہی ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک صرف زبان سے ایمان کا اقرار قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ کوئی خاص طریقہ ایمان لانے کا مستند ہے جو دلیلِ ظاہر ہے ایمان لانے کی۔ اور جو لوگ اس مستند طریقہ سے ایمان لائے ہیں وہی ہدایت یافتہ مومن ہیں بقیہ کافر۔

چنانچہ یہ مومن نما کافر اُن ایمان لانے والوں کو جو ہدایت یافتہ ہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور اس مستند طریقہ سے ایمان لانے کے منکر ہیں اور اللہ پاک کی طرف سے یہ دلیل مومن نما کافروں کی شناخت کے لیے مضبوط ہے۔

اب یہاں پر عام طور پر اس کے سمجھنے اور معلوم کرنے کی سخت ضرورت ہوگی کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وہ مستند ہدایت یافتہ مومن کون ہیں جو دربارِ ایزدی میں مقبول ہیں اور وہ کس مستند طریقہ سے ایمان لائے۔ چنانچہ اس معلومات کے تحت بہتر یہ ہے کہ ان خصوصی ایمان لانے والوں کی طرف توجہ کی جائے جو دنیا میں سب سے پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے ندائے غیبی پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ایمان لانے والے مردوں میں پہلا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اور لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور عورتوں میں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ جنہوں نے سب سے پہلے دنیا میں ندائے غیبی پر لبیک کہا اور اپنے ایمانِ کامل کو جو ان کے متقی دل میں موجود تھا لئے ہوئے اللہ کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ایمان لاتا ہوں۔ پس اللہ کے رسول نے اپنا دستِ حق پرست ابو بکرؓ کی طرف بڑھا کر خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ یا ابو بکر! اگر صدق دل سے ایمان لائے ہو تو میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے ایمان کا اس طرح اقرار کرو کہ اول کفر سے توبہ کرو اور اس کے بعد اس طرح اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرو کہ "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" چنانچہ ابو بکر صدیقؓ نے اللہ کے رسول کی تعلیم کے مطابق اللہ کے رسول کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کی اور ایمان لائے اور اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے بھی اللہ کے رسول کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کی اور ایمان لائے اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی ایمان کی بیعت کی اور ایمان لائیں۔

یہ ہیں وہ مقبولِ بارگاہ ایمان لانے والے لوگ جن کی طرف اللہ پاک اشارہ فرماتا ہے کہ "ایمان لاؤ جیسا کہ ایمان لائے ہیں یہ مخصوص لوگ اور یہ ہے وہ مستند طریقہ ایمان لانے کا (یعنی) **بیعت الایمان** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر۔

چنانچہ ان متذکرۂ بالا مومنین کے بعد تمامی صحابہ کرامؓ ایمان لائے، "جیسا کہ ایمان لائے لوگ" اور اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اگرچہ ایمان پر بیعت لینے کا یہ طریقہ عام نہ تھا لیکن ایمان لانے والے اسی طرح ایمان لاتے رہے۔ "جیسا کہ ایمان لائے لوگ" اور اس کے بعد امامین علیہما السلام کے زمانہ میں بھی تمام ایمان لانے والے اسی طرح ایمان لائے "جیسا کہ ایمان لائے تھے وہ لوگ" اور اس کے بعد اولیائے کرام وفقرائے عظام کے زمانہ میں بھی تمام ایمان لانے والے اسی طرح ایمان لائے "جیسا کہ ایمان لائے تھے وہ لوگ" اور زمانۂ حاضرہ میں وہ لوگ جن کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے توفیق وہدایت حاصل ہے اسی طرح ایمان لا رہے ہیں "جیسا کہ ایمان لائے لوگ"۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

بعد اگرچہ یہ بیعتِ ایمان جاری نہیں رہی لیکن اس کی جگہ وہ بیعتِ توبہ ترکِ مناہیٔ شرعیہ (ایسی بیعت کہ جس میں انسان شریعت میں منع کی گئی چیزوں کو ترک کرنے کا عہد کرتا ہے) جاری ہوگئی جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جاری فرمائی تھی اور اس کا سلسلہ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ترتیب پا کر حضرت ابوبکرؓ وحضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے جاری ہوا۔ جس کا مقصد اپنے ایمان کو مضبوط و استوار کرنا اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اپنی سند پہنچا دینا اور اپنے مشائخ کے واسطوں سے آپ تک پہنچ جانا اور ان وسیلوں کے ذریعہ خود آپ کے دستِ اقدس میں توبہ اور ترکِ منہیات (ممنوعہ چیزوں کو چھوڑنا) کا عہد کرنا ہے۔

ان تمامی دلائلِ مصدّقہ سے اس آیت پاک کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک وہی کامل الایمان ہے جو اُن ہی شرائط کی رعایت کے ساتھ ایمان لایا جس کی رعایت کے ساتھ اگلے لوگ ایمان لائے تھے اور جو لوگ اُن اصول و شرائط کا لحاظ نہیں کرتے ان کے ایمان میں شک کی گنجائش رہتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ اس بیعتِ مشروعہ سے انکار کرتے ہیں جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں صراحت (وضاحت) کے ساتھ موجود ہے اور ایسی بیعت کرنے والوں کو بیوقوف کہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ پاک ایمان والوں کو خبردار فرماتا ہے کہ ''خبردار ہو تحقیق وہی ہیں بیوقوف لیکن نہیں جانتے۔''

نہیں جانتے اس لیے کہ اللہ پاک کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور فریب دینے کی بیماری بھی بڑھائی گئی ہے۔

اب یہاں پر اس کی بھی تصدیق ہو رہی ہے کہ صرف زبان سے کسی بات کا کہنا اور چیز ہے اور ایمان لانا (یعنی) اقرار کرنا اور چیز ہے۔ ایمان لانے کا مطلب (کہنا

نہیں) بلکہ اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرنا ہے چنانچہ کوئی اقرار کبھی تنہا نہیں ہو سکتا بلکہ ہر اقرار کے لیے کسی واسطے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ ایمان کے اقرار کے لیے بھی اللہ کے رسول کو شاہد بنا کر اس کا واسطہ پکڑا جائے۔

گو یہ مومن نما کافر دوسروں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے اور صرف کہنے کی کفالت (ذمہ داری) کی دلیل میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کرتے ہیں کہ ''جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔'' یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنی جگہ بالکل صحیح اور مضبوط ہے مگر یہ فریب دینے والے اس کا مقصد غلط سمجھاتے ہیں۔ حقیقتاً اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور اس پر مضبوطی سے قائم بھی رہا وہ جنت میں ضروری داخل ہو گا۔ اور مضبوطی سے قائم رہنے کے عہد کو بیعت کہتے ہیں اور اگر کسی شخص نے ایسا عہد نہیں کیا اور نہ وہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتا رہا تو اس کا دوزخ سے بچنا کیسے لازم آئے گا جبکہ قرآن میں ان گناہوں کی سزا کا یقین دلایا گیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے یوں تو اپنے کلامِ پاک میں بیشتر مقامات پر ایمان اور ایمان لانے کا ذکر فرمایا ہے مگر خصوصی طور پر چھبیسویں جزو میں سورۃ الفتح کے دسویں رکوع میں صرف بیعت کی و نیز اس ایمان کے اقرار کی تعمیل و تکمیل اور خصوصی طور پر ان ایمان لانے والوں کے ساتھ اپنی خصوصی محبت اور عنایت اور اس اقرار کے پورا کرنے والوں کے لیے جزا اور اقرار کرنے کے بعد اس اقرار کو توڑنے والوں کے لیے سزا۔ غرض کہ تمامی خصوصیاتِ بیعت نہایت تشریح کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ (الجزء حٰم ۲۶، سورۃ الفتح، رکوع ۱۰)

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا

اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ غالب

حَكِيْمًا ○ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○

حکمت والا۔ تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تاکہ

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ

تم ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور قوت دو اس کو اور تعظیم کرو اس کی اور تسبیح کرو اللہ کی

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

صبح اور شام۔ تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہیں تجھ سے سوائے اس کے نہیں کہ بیعت کرتے

اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى

ہیں اللہ سے، ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے پس جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اوپر

نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

جان اپنی کے اور جس نے وفا کی ساتھ اس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوپر اسکے اللہ سے پس شتاب دیویگا اس کو ثواب بڑا

فرماتا ہے اللہ جل شانہ کہ ''اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے غالب حکمت والا۔'' یہاں پر غالب حکمت والے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حکمت کا اظہار فرماتا ہے کہ ''تحقیق بھیجا ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا''۔ تحقیق کے معنی یقینا ہم نے بھیجا تم کو اور اس بھیجنے میں ہماری یہ حکمت ہے کہ ہم نے تم کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا اور گواہی کس چیز کی؟ ایمان لانے والوں کے ایمان کی (یعنی) اقرار کی، اور خوش خبری دینے والا کس کو؟ ''ایمان لانے والوں کو جنت کی'' اور ڈرانے والا کس کو؟ ''نہ ایمان لانے والوں کو عذابِ جہنم سے'' اور اس کے بعد حکم دیتا ہے عام لوگوں کو کہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس کے''۔ یعنی اے

لوگو! اقرار کرو اللہ جل شانہ کی وحدانیت اور معبودیت کا اس کے بھیجے ہوئے رسول کو گواہ بنا کر، جو ہماری طرف سے تمہارے ایمانوں کا گواہ ہے اور خوش خبری دینے والا ہے تم کو ہماری رحمت اور ثواب کی اور ڈرانے والا ہے ہمارے عذاب سے۔ اللہ جل شانہ کے اس حکم عام میں یہ صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ کے ساتھ اللہ کا رسول اس کی خصوصی حکمت ہے اور اس قدر باہمی وصل ہے کہ اللہ سے اللہ کا رسول کسی صورت میں جدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ایمان لانے کی اولین شرط یہ ہے کہ ''ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور رسول اس کے کے''۔ مطلب یہ ہوا کہ بغیر اللہ کے رسول پر ایمان لائے اللہ پر ایمان لایا ہی نہیں جا سکتا۔ اللہ کے رسول پر ایمان لانا گویا اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اور اسی لیے ایمان لانے والوں کے لیے دوسری شرط اور ایمان لانے کی دلیل یہ ہے کہ مدد دو اس کو یعنی اللہ کے رسول کو کیونکہ اس کو مدد دینا اللہ کو مدد دینا ہے اور مدد دینے کا مقصد یہ ہے کہ دامے درمے سخنے قدمے غرضیکہ ہر وقت اور ہر صورت میں اس کی خدمت اور اطاعت کے لیے مستعد رہو۔ اور فرماتا ہے کہ ''تعظیم کرو اس کی ''یعنی اس کی عظمت اور بزرگی کے احترام و ادب کو اس طرح دل میں قائم رکھو کہ یہ یقین ہو جائے کہ اس کا احترام اللہ جل شانہ کا احترام اور اس کی تعظیم اللہ جل شانہ کی تعظیم ہے اور اس کا حکم اللہ پاک کا حکم ہے ''اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' اور یہ سب کچھ اس لیے کہ تم صبح و شام ہر وقت اللہ پاک کی تسبیح میں مشغول رہو۔

چنانچہ یہی وہ حکمت ربانی ہے کہ جس کی وجہ سے ایمان نہ لانے والے بیعت کے منکر ہیں اور فریب دینے والے ایمان نہیں لا سکتے ''جیسا کہ ایمان لائے ہیں لوگ''۔ اور اس کے بعد اللہ پاک اپنے حبیب کو اس بیعت کی حکمت سمجھاتا ہے کہ ''تحقیق وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے ہاتھ اللہ کا ہے اُوپر ہاتھ ان کے کے۔''

مطلب یہ ہے کہ تحقیق (یعنی) یقین کے ساتھ وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ (یعنی) اللہ کے رسول کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اور اللہ کے رسول سے بیعت اللہ سے عہد کرنا ہے۔ اور ایمان لانے والوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یہاں پر اس کے دو معنی پیدا ہوئے ہیں: اوّل ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے کے'' یعنی اللہ پاک کی جانب سے ہدایت یافتہ ہیں اور دوسرے یہ کہ ایمان لانے والوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (یعنی) اللہ کی عنایات خصوصی ان ایمان لانے والوں کے ساتھ ہیں اور ان کا ہاتھ اللہ کی حفاظت میں ہو گیا۔ اور پھر فرماتا ہے کہ ''جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اوپر جانوں اپنی کے''۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے بیعت (یعنی) اللہ سے عہد کرنے کے بعد اقرار کو پورا نہ کیا (یعنی) اپنے دستگیر کو مدد نہ دی اور اس کی تعظیم اور اطاعت نہ کی اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے عہد توڑ دیا۔ پس اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس نے عہد توڑا تو اس نے دراصل اللہ سے عہد نہیں توڑا بلکہ اپنی جان پر عہد توڑا کیونکہ وہ اللہ کی رحمتوں اور عنایتوں اور اللہ کی کفالت (ذمہ داری) سے دور ہو گیا۔ اور پھر فرماتا ہے کہ جس نے اس عہد کو جو اللہ سے کیا ہے پورا کیا (یعنی) اپنے دستگیر کو ہر طرح مدد دی اور اس کی اطاعت کی تو اس اطاعت کی اس کو اللہ پاک دنیا و عقبیٰ میں بڑا ثواب عنایت فرمائے گا۔

اللہ جل شانہٗ نے ان متذکرہ بالا آیات کریمہ میں لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ''یعنی ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس کے کے'' کا حکم عام صادر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کے ایمان لانے کا ایک مخصوص طریقہ بالشروط تعلیم فرمایا ہے۔ چنانچہ ہر وہ ایمان لانے والا جو ایمان لایا اللہ کے مستند طریق سے (یعنی) ''جیسا کہ ایمان لائے ہیں لوگ'' اور شروط بیعت کی تکمیل کی تو اس کے ہاتھوں میں اللہ کے رسول کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کے ہاتھوں کے اوپر بھی اللہ کا ہاتھ ہے۔ یعنی یہ اللہ جل شانہٗ کی

خصوصی حکمت ہے کہ اس حکمت سے ایمان لانے والوں کو اپنی حمایت اور حفاظت میں لے لیا اور دین و دنیا میں فلاحیت اور بڑے ثواب کی خوشخبری عطا فرمائی۔

اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے اللہ کے مستند طریق سے (یعنی) بیعت کے منکر ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا منکر کافر ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ پاک اسی سورۃ کے اسی رکوع میں فرماتا ہے کہ "وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا" یعنی اور جو ایمان نہ لایا ساتھ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کے پس تحقیق تیار کی ہے ہم نے واسطے کافروں کے دوزخ"۔ چنانچہ اس ندائے غیبی کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ دنیا کے لوگوں کو خبردار کر رہا ہے کہ اے لوگو! اگر تم اپنی دین و دنیا کو کامیاب بنانا چاہتے ہو تو اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو تم دین و دنیا میں یقین کے ساتھ کامیاب رہو گے۔ "وَ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا" اور اللہ کو پکڑنے کا واحد طریقہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ ادر ایمان یعنی اس اقرار کو وفا کرنے کی دلیل اطاعت کرنا ہے اس کے رسول کی اور اطاعتِ رسول کی دلیل اطاعت و محبتِ اہلِ بیت رسول اللہ ہے جس کی دلیل اطاعت دستگیر ہے۔ یاد رہے کہ ان فریب دینے والے لوگوں میں قسم قسم کے عقیدہ رکھنے والے لوگ ہیں۔ چنانچہ فی زمانہ ایسے لوگ بھی ہیں جو وجود باری تعالیٰ ہی کے منکر ہیں اور جب وہ وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں تو وہ اللہ کے رسول اور اہل بیت رسول اللہ کے کس طرح قائل ہو سکتے ہیں۔

مگر چونکہ اللہ جل شانہٗ کے وجود کو موجود یقین کرنے والے اور اللہ پر ایمان لانے والے، غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کے رسول کے وجود کو وجود باری تعالیٰ سے وابستہ اور اللہ پاک کا خصوصی واسطہ تسلیم کرتے ہیں، اور اہلِ بیت رسول اللہ و

امامین علیہ السلام کو اللہ کے رسول سے وابستہ اور اللہ پاک کا خصوصی واسطہ جانتے ہیں، و نیز اسی طرح اولیائے کرام وفقرائے عظام کو بھی اہلِ بیت رسول اللہ سے وابستہ اور اللہ پاک کا خصوصی واسطہ یقین رکھتے ہیں، اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہلِ بیت رسول اللہ و نیز اولیائے کرام وفقرائے عظام کے متعلق بھی بالدلیل مختصراً وضاحت کردی جائے تا کہ ایمان لانے والے فریب دینے والوں کے فریب میں نہ آسکیں۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۔ (الشوریٰ: ۱۳)

(اللہ جسے چاہتا ہے اپنے راستے کے لیے چُن لیتا ہے اور وہ اُسی کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔)

اللہ جل شانہ کے وجود کے لیے کسی جدید دلائل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ از ابتدائے آفرینشِ عالم تمام انبیاء علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بے شمار دلائلِ ظاہری پیش کرتے رہے ہیں۔ اور بعد خاتمۂ نبوت غلامانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی اولیائے کرام وفقرائے عظام نے ایسے مدلل دلائل وجود باری تعالیٰ کی دلیل میں پیش کیے کہ لاتعداد صنم پرست حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور اللہ جل شانہ کا وجود برحق ہونے اور اس کے معبود وحدہٗ لاشریک ہونے کا دنیا کے بہت بڑے حصہ نے یقین کرلیا کہ اللہ جل شانہ کا وجود **وحدت الوجود** ہے۔ **اللہ کے رسول محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود حبیب رب العالمین ہونے کی خصوصیت سے وجود باری تعالیٰ سے وابستہ اور کائناتِ عالم کی تخلیق سے پہلے بھی وجود باری تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہی نہیں بلکہ باعثِ تخلیق ہیجدہ ہزار عالم (اٹھارہ ہزار دنیائیں) تھا اس لیے یہ وجودِ بشری نہیں ہے بلکہ ''مثلکم'' کی دلیل سے دنیا میں مثل بشر کے مبعوث ہوا۔ وجود بشری نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ

ہے کہ یہ وجود حبیب رب العالمین ہے۔ اور چونکہ عشق کبھی غیر جنس سے نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ جل شانہ کا بھی کسی خاک کے پُتلے بشر پر عاشق ہونا غیر ممکن ہے اور اگر ممکن ہوتا تو اول البشر حضرت آدم علیہ السلام پر عاشق ہوتا۔ اس لیے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور کائنات ﷺ کا وجودِ حقیقی عناصرِ بشریہ سے پاک تھا۔ چنانچہ اس کی تصدیق کے لیے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "اَنَا مِنْ نُوْرِ اللہِ" میں اللہ کے نور سے ہوں یعنی سردارِ دو عالم ﷺ کا وجودِ نوری جسم نوری کے ساتھ لباس بشریت میں مبعوث ہوا۔ اور حضور کے جسمِ نوری ہونے کی دلیل میں یوں تو سرور کائنات ﷺ خود ہی سراپا معجزہ اور مجسمۂ دلائل نوری تھے لیکن مختصراً صرف وہ مشہور و معروف دلائل جو جسم نوری ہونے کی دلیل میں کافی ہیں یہ ہیں:۔ کہ حضور کے جسم مبارک کا عرق یعنی پسینہ عطر نوری ہونے کی دلیل سے تمام دنیا کے عطروں سے مافوق تھا حتیٰ کہ جس کوچہ سے تشریف لے جاتے تھے وہ راستہ معطر ہو جاتا تھا اور یہ ظاہر ہو جاتا تھا کہ حضور والا اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور کے جسم مبارک پر کبھی مکھی نہ بیٹھ سکی اور تیسری خصوصی دلیل یہ ہے کہ حضور کے جسم نوری کے سایہ نہ تھا۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کا وجود نوری تھا اور جسم نوری کے ساتھ لباس بشریت میں دنیا میں تشریف لایا۔ اس جیسا وجود نہ تھا اور نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ وجود اپنی مثال صرف آپ تھا اور ان تمام بے مثالیوں کے ساتھ دنیا میں تشریف آوری کی دلیل سے یہ وجود "نادرُ الوجود" ہے۔ یعنی اللہ جل شانہ کا وجود نورِ ذاتی ہے اور وحدت الوجود ہے اور اس کے حبیب کا وجود نورِ صفاتی ہے اور نادرُ الوجود ہے اور اسی لیے اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کے وجودِ نادرہ کو خصوصی طور پر دلائلِ نادرہ سے مستند فرما دیا۔ چنانچہ اول دلیل یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا مِنْ اللہ انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ اعلان ہوتا رہا۔ دوسری دلیل یہ

ہے کہ جس طرح آسمان پر چاند اور ستاروں کی موجودگی میں سورج کا وجود (نادرہ) طلوع ہونے پر چاند اور ستارے باوجود موجود ہونے کے نہیں کے برابر یعنی ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ وجودِ نادرہ بھی امام العالمین اور خاتم النبیین کی حیثیت سے دنیا میں مبعوث ہوا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ وجود اللہ جل شانہٗ کے نور سے ہے اس لیے حبیب رب المشرقین ومغربین کی حیثیت سے تشریف لایا۔ اور یہ وہ دلائلِ نادرہ ہیں جو بجز ذاتِ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی دوسرے کا حصہ نہیں۔ یا وہ وجودِ نادرہ جو اہلِ بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسبی واسطہ سے دنیا میں مبعوث ہوں گے اُن کی ذات میں بھی اِن دلائل نادرہ کا بطور دلیل ہونا ضروری ہوگا۔

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں یوں تو تمامی آل وازواج مطہرات شامل ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ نے ارادتاً پاک فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

سوائے اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور کرے تم سے پلیدی اے اس کے گھر والو

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

مگر اہلِ بیت رضی اللہ عنہم خصوصی وہ ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب کے نادرہ وجود کے ساتھ وجودِ نادرہ میں شامل فرما دیا ہے۔ جس میں حضرت علی کرم وجہہٗ کو تمامی اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں خصوصی فضلیت حاصل ہے کیونکہ انسانوں میں صرف علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہی ذات ایک ایسی ذات ہے جو بغیر دلائلِ نادرہ براہ راست اللہ جل شانہٗ کے ارادۂ خصوصی سے وجودِ نادرہ میں شامل ہوئے۔

جس کی اول دلیل یہ ہے کہ جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا ہاتھ پکڑ کر ایمان کی بیعت کر رہے تھے اسی وقت اللہ جل شانہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دو علی سے کہ یہ ہاتھ جو تمہارے ہاتھ میں ہے رسول کا نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ ہے۔'' یہ وحی حضرت علی کے لیے انتہائی خصوصی تھی کیونکہ حضرت علیؓ دیدہ و دانستہ اللہ کے رسول کا ہاتھ پکڑے تھے چنانچہ اس وحی سے مطلع ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے تصدیق طلب نگاہوں سے اللہ کے رسول کے روئے انور پر نظر ڈالی تو اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی اس دنیائے نوری میں پایا جہاں اللہ اور اللہ کے رسول کے نور کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ تمامی حجابات بے نقاب تھے اور اس طرح حضرت علیؓ تمام اسرارِ الٰہیہ سے باخبر ہو گئے اور تصدیق کے ساتھ نور میں مل کر نور ہو گئے۔ یہ تھا وہ ارادۂ خصوصی جس کے واسطہ سے حضرت علیؓ کا وجود نادرہ ہو گیا کیونکہ کسی بشر کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوئی۔ ہر ایمان لانے والا اللہ کے رسول کے واسطہ سے اللہ کے رسول کا ہاتھ پکڑ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا مگر حضرت علیؓ اللہ کے رسول کے واسطہ سے اللہ کا ہاتھ پکڑ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ چنانچہ سینکڑوں احادیث حضرت علیؓ کی خصوصیت اور فضلیات کے متعلق وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ (حدیث) اخرج البراز و الطبرانی والترمذی والحاکم عن علیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (دیگر) فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاتِ الْبَابَ وَفِیْ اُخْرٰی (دیگر) اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" علاوہ ازیں کثرت سے احادیث موجود ہیں جن سے حضرت علیؓ کا افضل البشر اور وارثِ ارثِ مصطفوی ہونا ثابت ہے اور بظاہر بھی اظہر من الشمس دلیل یہ ہے کہ بعد رسول کریم و التسلیم کے حضرت علیؓ خلیفہ اول نہیں ہوئے۔

خلیفہ: نظامی حیثیت کے اس رکن کو کہتے ہیں جو مالک کی مرضی اور احکامات

کے مطابق نظام قائم کرنے کے لیے بطور وزیر قائم کیا جاتا ہے اور کارہائے وزارت کا حسبُ الحکم مختار ہوتا ہے۔

وارث: ذاتی وصفاتی حیثیت کے اس مالک کو کہتے ہیں جو ولی عہد کی حیثیت سے مالک کی تمام ملکیت کا وارث ہونے کی حیثیت رکھتا ہے اور مالک کے بعد مختار کل ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ کا ایک ولی عہد اور اولیا اللہ کا ایک جانشین ہوتا ہے جو وزیر یا خلفیہ نہیں ہوسکتا۔

چونکہ حضرت علیؓ من اللہ وارث ارثِ مصطفوی قرار پا چکے تھے اور وہ علمِ لدُنّی اور معرفت الٰہیہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کے درمیان خصوصی تھا من اللہ خصوصیت کے ساتھ حضرت علی کو تفویض ہو چکا تھا اس لیے حضرت علی اول خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اگر حضرت علی اول خلیفہ ہو جاتے تو تمام خصوصیات نادرہ کا خلیفہ دوئم میں منتقل ہونا ضروری ہو جاتا اور یہی سبب تھا کہ حضرت علی بجائے خلیفہ اول ہونے کے بالدلیل نادرہ آخری خلیفہ خاتم الخلافتین ہوئے۔ اللہ جل شانہٗ کے اس ارادہ خصوصی سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ نظامی ترتیب اس وجہ سے ضروری سمجھی تا کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے معرفت الٰہی سلسلۂ طریقت کے ذریعہ امت محمدی میں عام کی جائے اور اولیائے کرام وفقرائے عظام کا وجود عمل میں لایا جائے۔ اور چونکہ اللہ جل شانہٗ نے نظامِ دنیا کی تخلیق وہر ترتیب میں پانچ کی تعداد ضروری سمجھی ہے چنانچہ تخلیق عالم کے بنیادی عناصر پانچ (نور، نار، آب، تراب، ہوا)۔ اسلام کے ارکان پانچ، اسلامی شریعت کے ارکان پانچ، نمازیں پانچ، انسانی جسم کے اعضائے خصوصی پانچ۔ غرض کہ انسان اگر تھوڑی غور وفکر سے کام لے تو نظام عالم کی ہر ترتیب میں پانچ کی تعداد کارفرما نظر آئے گی۔ اس لیے یہ بھی ضروری تھا کہ سلسلۂ طریقت کے لیے بھی نظامی ترتیب کے تحت پانچ نادر الوجود ہستیاں ترتیب دی

جائیں۔ اور اسی ترتیب کی تکمیل کے لیے اللہ کے حکم سے انھوں نے اپنے جسمِ نوری کے خصوصی نور یعنی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو حضرت علیؓ سے منسلک فرما کر تین نادر الوجود ہستیاں یکجا فرما دیں اور اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے ان تین نادرالوجود ہستیوں سے دو نادرُ الوجود ہستیاں حسنین پاک علیہ السلام کے نام سے مبعوث فرما کر سلسلہ طریقت کی نظامی ترتیب کو پانچ کی تعداد سے مکمل فرما دیا جو پنجتن پاک کے نام سے موسوم ہوئیں۔ اور اس طرح سلسلۂ طریق اللہ کے رسول سے حضرت علیؓ اور حضرت علیؓ سے حسنین پاک علیہ السلام میں منتقل ہو گیا اور حضرت امام حسینؓ عالی مقام سے طریقت کے تحت اولیائے کرام و فقرائے عظام کا وجود عمل میں آیا۔

اولیائے کرام: یہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مقرب و بزرگ ہستیاں ہیں جن کو بوسیلۂ سلسلۂ طریقت دربارِ خداوندی میں مقبولیت و اقربیت حاصل ہے اور جن کا ہاتھ بوسیلہ پنجتن پاک اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہے۔ جو سلسلۂ طریقت (یعنی) بیعت الایمان جاری رکھنے و نیز نظام خداوندی استوار رکھنے کے لیے دنیا کے چپہ چپہ پر مامور کی گئیں۔ ان کے مراتب بالترتیب شہنشاہ سے لے کر پیادہ تک ادنیٰ اور اعلیٰ ہوتے ہیں جو حسب استطاعت تفویض ہوتے ہیں اور ترقی و تنزلی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ ان کا حلقہ اختیار بحیثیت درجہ محدود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وقت تک لا تعداد اولیا اللہ دنیا میں تشریف لا چکے اور تا قیامت یہ سلسلۂ نظام سلسلۂ طریقت کے تحت جاری رہے گا اور ایمان لانے والے ایمان لاتے رہیں گے" جیسا کہ ایمان لائے ہیں لوگ۔"

فقرائے عظام: فقیر اللہ کے عاشق کو کہتے ہیں اور عشق وہ نادر خصوصیت ہے جو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان روز ازل سے موجود تھی۔ عشق ایک خصوصی بھید ہے اللہ کا۔ عشق خصوصیت نادرہ ہے اس لیے عاشق کا شمار نادرالوجود ہستی

میں ہے۔ عاشق نظام سے علیحدہ ہوتا ہے اس لیے نہ وہ حاکم نہ محکوم۔ فقیر کا درجہ اور منزل صرف عشق ہے جو علم و عقل سے بالاتر، فقیر کا حلقۂ اختیار غیر محدود بلکہ یکساں طور پر تمام دنیا پر مسلط۔ عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام۔ اگر عاشق کی زبان سے کوئی غلط بات بھی نکل جائے تو اللہ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ تمام صفاتِ عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اور اسی گم ہو جانے کو وصال کہتے ہیں۔ چونکہ منزلِ عشق خصوصیت نادرہ ہے اور سخت دشوار گزار ہے۔ اس لیے اولیائے کرام کی تعداد بے شمار ہے مگر فقیر بظاہر صرف ایک۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ عاشق اللہ دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے مگر یہ ضرور کہا جا سکتا کہ فقیر چونکہ تمام خصوصیاتِ نادرہ کا حامل ہے اس لیے وجود ظاہری ہونے پر اس کا وجود نادر الوجود ہستی شمار ہوگا اور اس لیے یہ یقین اور دلیل کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بالدلیل کوئی فقیر بظاہر دنیا میں نہیں آیا۔ صرف ایک وجود ایسا آیا جو بالدلیل فقیر اور نادر الوجود ہستی کہا جا سکتا ہے اور دنیا کے اس آخری دور میں وہ مِن اللہ تمامی خصوصیاتِ نادرہ کے ساتھ و نیز خصوصی لباسِ فقر کے ساتھ مبعوث ہوا۔

یعنی حضرت حاجی الحرمین، آلِ حسن والحسین، صاحبِ الفقر و وِلا، وارث گلگوں قبا، مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ، کاظمی الحسنی الحسینی اعلیٰ مقامہٗ۔

نادرُ الوجود ہستی: ہونے کی سب سے پہلی دلیل تو یہ ہے کہ یہ ذاتِ پاک صحیح النسب سادات کاظمی سے ہے اور غیر کفو کی مشارکت سے بے داغ۔

صلی اللہ علیٰ محمد و علیٰ الہٖ وسلم۔

☆ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور کی تشریف آوری کا اعلان سینکڑوں برس قبل اولیائے کرام کے ذریعہ ہوتا رہا۔

☆ تیسری دلیل یہ ہے کہ اولیائے کرام نے حضور کے نادرُ الوجود ہونے کی بھی شہادت دی۔

☆ چوتھی دلیل یہ ہے کہ چونکہ کسی نادرالوجود کے وجود ہونے پر موجودہ وجود، موجود ہونے کے باوجود، نہیں کے برابر ہوجاتے یعنی ختم ہوجاتے ہیں۔ (مثلاً) آفتاب کے طلوع ہونے پر ستارے باوجود موجود ہونے کے ختم ہوجاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اسی طرح اس نادرالوجود ہستی کی تشریف آوری کے بعد تمام اولیا اللہ باوجود موجود ہونے کے نہیں کے برابر ہوگئے (یعنی) ختم ہوگئے۔ اس کے لیے یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ یہ ذات خاتم الولیین فی السادات تشریف لائی۔ اور بالدلیل بھی اس ذاتِ نادرۂ صفات کی تشریف آوری کے بعد سے اس وقت تک کسی اولیا اللہ کا بظاہر نزول نہیں ہوا اور (بموجب پیشین گوئی اولیاء اللہ) نہ ہوسکتا ہے۔

☆ پانچویں دلیل حضور کا نادرہ ''لباس الفقر'' ہے یعنی پیلا احرام ہے جو اس سے پہلے نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا اور اس لباس کے مستند باللہ اور عالی مرتبہ و نیز عاشق اللہ یعنی فقیر کے لیے مِن اللہ خصوصی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ اس نادرالوجود ہستی کے وجود کے بعد اعلان مِن اللہ کے تحت دو ہستیاں دنیا میں تشریف لانے والی ہیں۔

ا۔ حضرت امام مہدی آخرالزاماں

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

چنانچہ حضرت امام مہدی آخرالزماں وجود کی حیثیت سے بالدلیل نادرالوجود ہستی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود چونکہ نبی کی حیثیت سے موجود ہے اس لیے ان کی تشریف آوری نادرالوجود ہستی میں شمار نہیں ہو سکتی۔ وہ نبی کی حیثیت سے تشریف لائے تھے اور نبی کی حیثیت سے موجود ہیں۔ مگر اب چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا چکے ہیں اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کی حیثیت سے تشریف نہیں لا سکتے چونکہ اول تو اولیاء اللہ کا درجہ انبیاء علیہ السلام سے کمتر ہے۔ دوسرے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف لا چکے ہیں اس لیے حضرت عیسیٰ

نبی اللہ کی حیثیت سے بھی تشریف نہیں لا سکتے۔ یعنی موجودہ درجہ اور کمتر درجہ دونوں ختم ہو گئے۔ اب اگر کوئی درجہ انبیا کے برابر یا انبیا سے اعلیٰ ممکن ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا سکتے ہیں۔

قرآن کریم و حدیثِ نبویہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یقینی نزول ثابت ہے لیکن اس کی تشریح نہیں ہے کہ کس حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ مگر حدیث سے یہ ضرور ثابت ہے کہ وہ نبی کی حیثیت سے تشریف نہیں لائیں گے۔ چنانچہ اس لباس میں بھی تشریف نہیں لائیں گے کہ جس لباس میں ماقبل یعنی نبوت کے وقت ملبوس تھے بلکہ حدیث شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیلا احرام نصف باندھے اور نصف اوڑھے، سر برہنہ، بالوں کی لٹوں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے اور برہنہ پا تشریف لائیں گے۔

اس حدیث کی شہادت سے صرف لباس عیسوی ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اور درجہ کا پتہ چلتا ہے کہ کس حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ اور یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس لباس کا مرتبہ یا تو انبیا علیہ السلام کے مرتبہ سے اعلیٰ ہے یا برابر۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ لباس مستند من اللہ ہے۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پہلے اس کو استعمال نہیں کیا ہے اس لیے یہ لباس عیسوی نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ لباس نادرۂ خصوصی ہے۔ حضرت مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہ، کے لیے جو نادرُ الوجود ہستی کی دلیل سے فقیر (یعنی) عاشق اللہ کی حیثیت سے تشریف لائے اس لیے یہ لباس لباسِ وارثی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لباسِ وارثیہ میں دنیا میں تشریف لائیں گے۔

صلی اللہ علیٰ محمد و علیٰ آلہٖ وسلم

ان تمام دلائل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ سلسلۂ طریقت اہلِ بیت اطہار سے شروع ہو کر اہلِ بیت پر ختم ہو گیا اور یہ سلسلۂ وارثیہ آخری سلسلہ ہے جو

قیامت تک جاری رہے گا۔

نادرالوجود ہستی ہونے کی دلیل میں حضرت صاحب الفقر والولا، وارثِ گلگوں قبا، مرشدنا وسیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہٗ کا اسم گرامی ہی وارثِ ارثِ مرتضوی ہونے کی دلیل سے بامسمیٰ ہے۔ علاوہ ازیں تمامی حیات خصوصیات نادرہ کی مظہر ہے جو اپنی جگہ پرنادرہ اور بے مثال ہیں۔ (صلی اللہ علیٰ محمد و علیٰ آلہٖ وسلم)

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

(اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ کو۔)

نادرہ اور بے مثال ہونے کی دلیل اور ناظرین کے تعارف کے لیے مختصراً نادرہ خصوصیات سلسلہ وارثیہ کی اور مختصراً سوانح حیات مع ملفوظاتِ وارثیہ آئندہ صفحات میں پیش کیے جاتے ہیں۔



سلسلۂ وارثیہ

حقیقت تو یہ ہے کہ جب اس وارثِ حقیقی نے اپنی شانِ وراثت ظاہر فرمانے کے لیے اپنے ہی نور سے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور فرمایا اور ان کو اپنا ایسا وارث العالمین قرار دیا کہ ''باعثِ تخلیق ہیجدہ ہزار عالم'' (اٹھارہ ہزار دنیائیں تخلیق کرنے کا باعث) فرمادیا تو حقیقتاً اسی روز سلسلہ وارثیہ کی بنیاد پڑ گئی۔ گویا حقیقت کے تحت کائناتِ عالم میں اولین سلسلہ، سلسلۂ وارثیہ جاری و قائم ہوا اور چونکہ تمامی عالم اسی وارث العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل میں ظہور پذیر ہوئے اس لیے دنیا کی تمام مخلوق وارثی ہوگئی۔

چونکہ اس وارثِ حقیقی کو یہ بھی منظور تھا کہ دنیا کو ''هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ'' کی تصدیق ہوجائے اس لیے دنیا کے اس آخری دور میں جبکہ دنیا فرمان مصطفوی کے مطابق حقیقت سے دور ہو جانے والی تھی، مسلمانوں میں نفاق اور افتراق کے آثار نمایاں ہو چکے تھے، اکثر پیغمبری اور رسالت کے دعوے دار ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے، بیشتر نسلی سلسلے اور سجادگی کی آڑ پکڑ کر سلسلۂ بیعت کو اپنی نام و نمود و شکم پُری کا ذریعہ بنانے کے لیے سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر کمربستہ ہو رہے تھے کہ یکایک اس وارثِ حقیقی نے گمراہوں کو ہدایت فرمانے اور صحیح راستہ دکھلانے کے لیے بلا واسطہ، براہِ راست اپنے مجسمۂ نوری یعنی پنجتنِ پاک سے خصوصی طور پر

ایک نادرالوجود ذات کو وراثتِ پنجتنی کا اسمِ با مسمیٰ وارث بنا کر تمامی محاسنِ پنجتنیہ کے ساتھ نسلِ حضرتِ امام حسین عالی مقام کی چھبیسویں پشت میں حضرت امام ابن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے ظاہر فرمایا۔ اور ۱۲۳۸ھ مطابق یکم صفر ۱۸۲۲ء کو سرزمین دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی۔ یو۔ پی۔ اودھ، ہندوستان سے اس آفتابِ فقر وولایت نے طلوع ہو کر دنیا کو نورِ وراثت سے منور فرمانا شروع کر دیا۔ تمامی اولیاء اللہ جن کو من اللہ سینکڑوں برس قبل وارثِ اَرثِ پنجتنی کی تشریف آوری کی خبر مل چکی تھی، ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کر رہے تھے۔ طالبانِ حق پروانہ وار اس شمعِ فقر وولایت پر اپنا تن من دھن قربان کرنے لگے۔ چونکہ نادر الوجود ہستی کی خصوصی خصوصیت صاحب العشق ہونا بھی ضروری ہے اس لیے اس وارثِ اَرثِ مرتضوی و مصطفوی کی خصوصیت ''عشق'' اس قدر عالم آشکارا تھی کہ جس کی نظر روئے انور پر پڑی عشق کا شکار ہو گیا اور بلا تفریق مذہب و ملت اس کو شانِ پنجتنی نظر آ گئی۔ دل کھو دیا اور صاحبِ تصدیق ہو گیا۔

سلسلہ وارثیہ کی نادرہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ سلسلہ براہِ راست پنجتن پاک سے منسلک ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور وارث پاک نے جس خوش نصیب کی بیعت اپنے دستِ حق پرست پر لی تو دیگر سلسلوں کی طرح نہ تو کسی بزرگ کا نام ادا کرایا اور نہ کبھی کسی کو شجرہ عنایت فرمایا بلکہ برخلاف اس کے صرف بایں الفاظ اقرار کرانا کافی سمجھا:

''ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا پنجتن پاک کا، خدا کا، خدا کے رسول کا۔''

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ چونکہ وارث پاک کا سلسلہ براہ راست حسن الحسینی ہے اور پنجتن پاک سے عشقِ کامل کا افاضہ (فیض) ہوا ہے اسی لیے حضور نے رسماً بھی کسی بزرگ کا نام نہیں لیا بلکہ اپنے ہر غلام کو پنجتنِ پاک کی حمایت میں دے دیا۔ اور

شجرہ وغیرہ کے متعلق صاف طور پر اس طرح ارشاد فرمایا کہ:

''شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے یہاں دل کے شجرہ سے کام ہے''۔ مقصد یہ ہے کہ سلسلہ وارثیہ کا شجرہ صرف پنجتن پاک کے اسمائے گرامی تک محدود ہے۔

دوسری خصوصیتِ نادرہ تصدیق ہے جو پنجتن پاک کے گھر کی خصوصیت نادرہ ہے۔ چنانچہ حضور وارث پاک نے اپنے گھر کی اس خصوصیت کو ایسا عام فرمایا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ جس کسی کو حضور سے کسی قسم کا تعلق ہوا وہ صاحب تصدیق ہو گیا۔

تیسری خصوصیتِ نادرہ یہ بھی ہے کہ سلسلۂ وارثیہ میں نسبی خلافت، جانشینی یا سجادگی قطعی ممنوع ہے۔ برخلاف اس کے اس وارثِ ارثِ مصطفوی و مرتضوی نے وہی طریقہ پسند فرمایا جو حضور کے جد اعلیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا تھا (خلافت النبی کا سلسلہ بھی نسبی سلسلہ میں منتقل نہیں ہوا)۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''ہماری منزل عشق ہے جو دعویٰ جانشینی کا کرے وہ باطل ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاکروب جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے''۔ اسی لیے سلسلہ وارثیہ میں کوئی مخصوص سجادہ یا جانشین نہیں ہے بلکہ بظاہر صرف فقرائے وارثی جن کو اس وارث عالم نواز نے اپنی محبت کی سند میں لباس فقر عطا فرما کر اپنا نمونۂ الفت بنا دیا ہے اور جن کی زندگی کا ماحصل تمامی دنیاوی مشاغل سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے وارث سے ہی نیاز رکھنا ہے۔

چوتھی نادرہ خصوصیت تعلیم ہے۔ فرمایا کہ محبت کرو۔ محبت ہی میں سب کچھ ہے محبت نہیں تو نماز روزہ سب بیکار ہے۔ گویا محبت ہی سلسلۂ وارثیہ کی خصوصی تعلیم ہے اور صرف محبت ہی کو مقصد حیات بتلایا گیا ہے اور اس تعلیم میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ بالتوفیق ہے۔ چنانچہ حضور کے ہر غلام کو محبت میں کچھ نہ کچھ حصہ

ضرور ملتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس سلسلۂ وارثیہ میں تمام باتیں اور تمام طریقے ہی نادرہ اور خصوصی ہیں جو کسی دوسرے سلسلہ میں غیر ممکن ہیں۔ چنانچہ یہ خصوصیت بھی نادرہ اور خصوصی ہے کہ حضور وارث پاک کو پنجتنی اور حسن الحسینی ہونے کی وہ خصوصی خصوصیت حاصل تھی کہ آپ بلاواسطہ شکم مادر ہی میں کامل واکمل تھے اور عشق کاملہ کا افاضہ (فیض۔) براہ راست پنجتن پاک سے ہوا تھا۔ اور چونکہ دیگر سلسلہ جات بھی بالواسطہ اسی پنجتن پاک سے مستفیض ہیں گویا سب نے حضور ہی کے گھر سے سب کچھ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ اکثر الوالعزم اولیائے کرام کا مقولہ تھا کہ ”حاجی صاحب کے تو گھر کی دولت ہے دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہیں اور اپنی تو بڑی گاڑھی کمائی ہے۔“ اسی وجہ سے سلسلۂ وارثیہ کی یہ خصوصیت بھی نادرہ ہے کہ تمامی سلسلہ جات کو حضور کی شمولیت کا فخر حاصل ہے گویا تمامی سلسلہ جات سلسلۂ وارثیہ میں شامل ہو گئے۔ (دلیل کے لیے یہ چند شجرے مندرجہ ذیل ہیں) اور تمامی سلسلہ جات سلسلہ وارثیہ سے شروع ہو کر سلسلہ وارثیہ پر ختم ہو گئے۔

شجرۂ قادریہ وارثیہ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عابدؒ، حضرت باقرؒ، حضرت موسیٰؒ کاظم، حضرت موسیٰؒ الرضا، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید، حضرت شبلی، حضرت عبدالعزیز، حضرت عبدالواحد، حضرت ابوالفرح، حضرت ابوالحسن، حضرت شاہ درویش، حضرت ابوسعید، حضرت سید سلطان، حضرت خواجہ مخدوم، حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی، حضرت عبدالرزاق، حضرت محی الدین، حضرت سید احمد، حضرت سید علی، حضرت شیخ موسیٰ، حضرت شیخ ابوالعباس، حضرت سید بہاؤ الدین، حضرت سید محمد، حضرت سید جلال، حضرت فرید

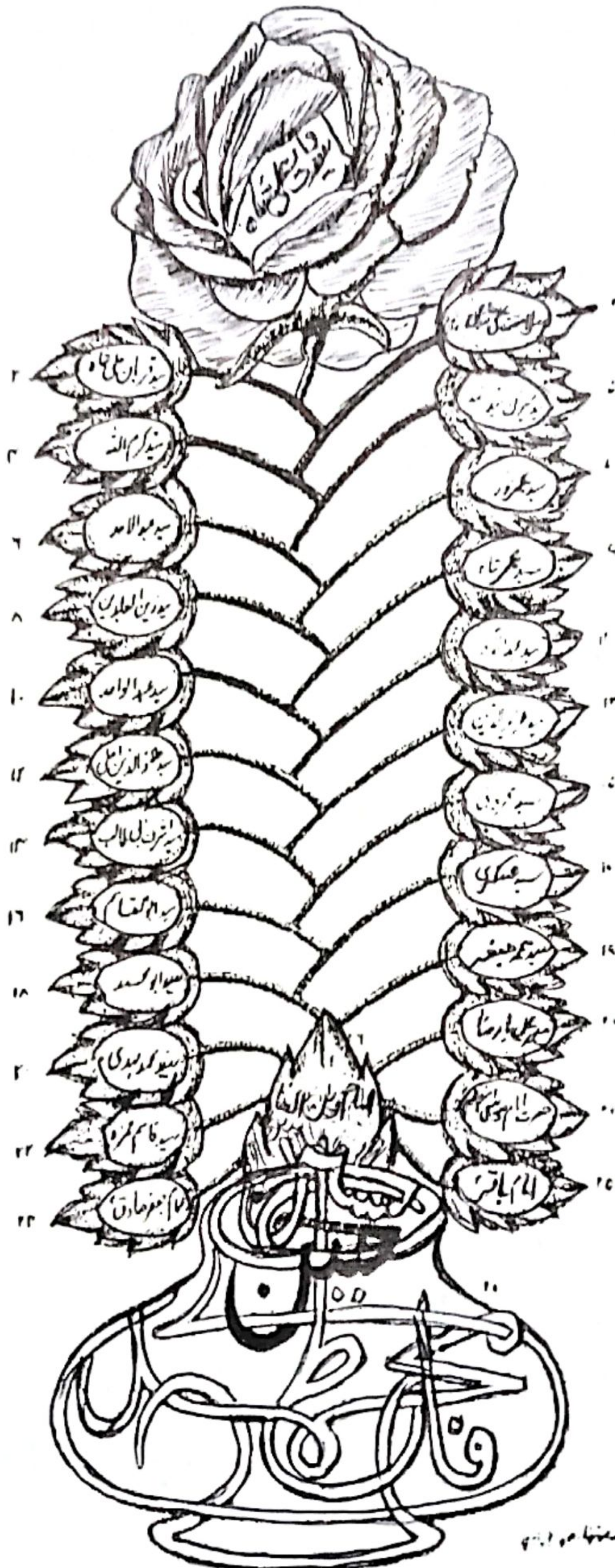
بھکر، حضرت شیخ ابراہیم، حضرت ابراہیم امان اللہ، حضرت شاہ حسین، حضرت شاہ ہدایت اللہ، حضرت عبدالصمد، حضرت عبدالرزاق، حضرت اسمٰعیل، حضرت شاکراللہ، حضرت نجات اللہ، حضرت خادم علی، حضرت **مرشدنا وسیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہٗ**۔

شجرہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ

حضرت علیؓ، حضرت امام حسن بصری، حضرت شاہ عبدالواحد، حضرت خواجہ فضیل، حضرت خواجہ ابراہیم ادہم، حضرت بدرالدّین، حضرت امین الدّین، حضرت خواجہ ممشاد، حضرت فیض بخش، حضرت ابوالاسحاق، حضرت ابی احمد، حضرت خواجہ ناصر محمد مقتدا، حضرت ناصر الدین شاہ، حضرت خواجہ قطب مودود، حضرت خواجہ حاجی شریف، حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابافرید گنج شکر، حضرت شاہ نظام الدین، حضرت شاہ نصیر الدین چراغ، حضرت کمال الدین اکمل، حضرت سراج الدین، حضرت علیم الدین، حضرت جمال الدین جمن، حضرت شیخ محمود حسن، حضرت خواجہ محمد باخدا، حضرت یحییٰ، حضرت نظام الدین ثانی، حضرت فخر الدین، حضرت حافظ جمال اللہ، حضرت عباداللہ، حضرت خادم علی، حضرت مرشدنا وسیدنا، **وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہٗ**۔

شجرۂ محبوبیہ وارثیہ

حضرت امام موسیٰ کاظم رضا، حضرت قاسم، حضرت سید رضا، حضرت سید مہدی، حضرت سید محروق، حضرت اشرف، حضرت شاہ عزیز الدین، حضرت سید مخدوم علاؤ الدین، حضرت سید عبداللہ، حضرت سید عبدالآد، حضرت سید عبدالواحد، حضرت سید عمر، حضرت شاہ زین العابدین، حضرت سید عمر ثانی، حضرت عبدالاحد، حضرت سید میران، حضرت سید شکر اللہ، حضرت سید سلامت علی شاہ، حضرت سید رمضان علی شاہ، حضرت سید قربان علی شاہ، حضرت مرشدنا وسیدنا **وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہٗ**۔



شجرۂ عالیہ وارثیہ

محمدؐ گُل است و علیؑ بوئے گُل
بُود فاطمہؓ اندریں برگِ گُل
ز عطرش برآمد حُسینؑ و حسنؑ
و رُوحِ ز عطرش یکے گُلبدن
معطّر ز خوشبویش اَرض و سمَاں
و نامیست وارث علی در جَہاں



(ترجمہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اِس باغِ عالم میں ایک پھول کی مانند ہیں اور حضرت علیؓ اِس پھول کی خوش بو ہیں۔ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراؓ اس پھول کی پتیوں کی مانند ہیں، اِس پھول کا عطر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ہیں۔ اِس عطر کی روح ایک ایسا گُل بدن ہے جس کی خوش بو نے زمین وآسمان کو معطر کر دیا۔ اِس دنیا میں اُس خوش بو کا نام سیدنا حافظ حاجی وارث علی شاہؒ ہے۔) بہ شکریہ راشد عزیز وارثی

مشرب وارثی

نہ کیوں تجھ پہ جاؤں قربان وارث | مری جاں تُو ہی ہے، مری جان وارث
تو ہی آئینہ ہے خدا و نبیؐ کا | یہی ہے مرا دین و ایمان وارث
ولایت بھی گھر کی امامت بھی گھر کی | ہے حَسَن الحُسینی تری شان وارث
ترا آستاں کعبۂ عاشقاں ہے | ترا مصحفِ رُخ ہے قرآن وارث
تو ہے پنجتن پاک کی اک نشانی | تری شان ہے مظہرِ شان وارث
قیامت کے دن تیرا دامن نہ چھوٹے | یہی ہے مرے دل میں ارمان وارث

دمِ نزع کیا خوف محبوبؔ مجھ کو
مرے ہوں گے اس دم نگہبان وارث

o

مشرب وارثی ان سُرور آفرین کیفیات اور جذبات کا آئینہ ہے کہ جس میں تاجدار شریعت وطریقت، سلطانِ فقر وولایت، شمعِ شبستانِ مصطفوی، وارثِ اَرثِ مرتضوی، صاحبِ فقر و وِلا، وارثِ گلگوں قبا حاجی و حافظ مرشدنا وسیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہٗ کے عشقِ بے مثال کا عکسِ حُسنِ جمال نظر آتا ہے۔ چونکہ عشق تین حرفوں سے مرکوب ہے۔ ع۔ش۔ق۔ عین سے عبادت الٰہی اور شین سے پابندیٔ شرع شریف اور قاف سے قربانی نفس۔ ''عاشق'' کی ابتداء میں عین ہے اور شرع کی آخر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات

آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور وارث پاک ان تینوں مدارج میں اس قدر کامل اور اکمل تھے کہ حدودِ کمالات کی بلندی زیر قدم نظر آتی تھی اور بے شمار انسان آپ کے ادنیٰ اشارے سے کامل ہو گئے۔ چونکہ سرکارِ والا جاہ کی ''منزل'' عشق تھی اس لیے مشربِ وارثیہ میں بجز حسن و عشق کی کارفرمائیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور وارثِ عالم نواز کے ہر دست گرفتہ کو محبت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر دنیا والوں کی نظر میں ہر وارثی بیگانہ نظر آتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کائنات کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ غفلت کا نام دنیا ہے اور دنیا والے حسن و عشق کی کارفرمائیوں سے یکسر غافل اور بیگانہ ہیں اس لیے ہر محبت والا ان کو بیگانہ نظر آتا ہے۔ خصوصاً فقرائے وارثی جن کو اس وارثِ عالم نواز نے اپنا نمونہ عشق بنا کر دین و دنیا سے بیگانہ کر دیا۔ دل و دماغ کو علم و عقل سے بے نیازی عطا فرما کر اپنی محبت سے بھر دیا، ان دنیا والوں کو شریعتاً اور طریقتاً و حقیقتاً غرض کہ بہر صورت بیگانہ نظر آتے ہیں۔ گو اس میں ان بے چارے دنیا والوں کا قصور نہیں بلکہ ان کی نظروں کا فتور ہے کہ ان کی نظر شریعت، طریقت اور حقیقت کے تصور سے بھی بے نیاز ہے اور ان کا علم حسن و عشق کی تحقیق سے مبرا۔ عشق کا سب سے پہلا فعل یہ ہے کہ جس دل میں حضرتِ عشق تشریف لاتے ہیں وہاں علم و عقل کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ اس کامل عشق ربانی نے فرمایا کہ ''عاشق دین و دنیا سے بے خبر ہوتا ہے اور بے نیاز۔'' پھر فرمایا کہ ''عشق وہبی ہے کسبی نہیں ہے'' اور اس طرح بھی ارشاد ہوا کہ ''محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے'' اور فرمایا کہ ''عاشق کی سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔'' اور پھر فرمایا کہ ''عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا اور اس کی یہی نماز اور یہی روزہ ہے''۔

وارثی فقراء کو حضور وارث پاک نے وارثِ حقیقی کے جلوے کی ایسی جھلک دکھلائی کہ وہ علم و عقل سے بیگانہ ہو کر عشق کی گہرائیوں میں کھو گیا، دولت و حشمت،

خویش و اقربا، تکلیف و راحت غرض کہ تمامی دنیاوی تعلقات سے بیگانہ ہو گیا۔ اس کے دل میں بجز وارث کی یاد، اس کی آنکھوں میں بجز وارث کے تصور اور اس کی زبان پر بجز وارث کے ذکر کے اور کچھ نہ رہ گیا۔ اور اس وارثِ اَرثِ مرتضوی نے اپنی محبت کی سند میں دربارِ خداوندی کی وردی (احرام) محبت کے رنگ سے رنگین فرما کر اور خصوصی طور پر عنایت فرما کر نمونۂ الفت بنا دیا ؎

وارثِ دستگیر کے صدقے
مرشدِ بے نظیر کے صدقے
مجھ سے ناچیز کو کیا مقبول
لاکھ بار ایسے پیر کے صدقے

اس کے باوجود بھی اگر دنیا والے ودعویداران علم و عقل مشربِ وارثی کو سمجھنے سے قاصر رہیں تو یہ اس کا بیّن ثبوت ہے کہ دعویداران علم و عقل بیگانگانِ علم و عقل کو بھی صاحبانِ علم و عقل سمجھتے ہیں اور یہ ان کے عالم اور عاقل ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ میں تو صرف اس وارث حقیقی سے یہ دعا کروں گا کہ تو ان عاقل دنیا والوں کو ایسی عقل عطا فرما جو ان کو محبت کے مشرب کا امتیاز حاصل ہو، تیرے دربار کی وردی کا احترام کریں اور ایسی نظر عطا فرما جو تیرے نوازے ہوئے ان وارثی دیوانوں کو پہچانیں اور ایسا علم عطا فرما جو مرتے وقت کام آئے۔ آمین ثم آمین

مشربِ عشاق میں ہے کفر کیا اسلام کیا
کھو گیا دنیا سے جو پھر اس کو ننگ و نام کیا

☆

تذکرۃ الوارث

ہو ادا کیسے تری حمد و ثنا یا وارث — ہے تو ہی لائقِ تذکیرِ اَنَا یا وارث
کوئی اللہ کہے کوئی خدا کوئی رام — میں نے جب دیکھ لیا تجھ کو کہا یا وارث
لیلیٰؑ قیس کو مطلوب ہے عاشق کی نظر — جس نے دیکھا تجھے وہ چیخ اٹھا یا وارث
قطرہ جب مل گیا دریا میں تو قطرہ کیسا — حق اَنا الحق ہے جو حق میں ہو فنا یا وارث

سگِ دنیا نہیں محبوب سگِ وارث ہے
اس لیے اس کی ہے ہر بار صدا یا وارث

نحمد اللہ المعین و نصلّی علی رسولہ الامین۔ اما بعد
شروع کرتا ہوں ذکر اس وارث عالی کا کہ جس کا مرتبہ خیالِ انسانی سے بالاتر ہے جو لباسِ انسانی میں مظہر شان احدیت اور ہم نام ہے اور جس کی صفت خیر الوارثین ہے۔

شرفِ خاندانی: دنیا کی تواریخ و سوانح عمریاں دیکھ کر یہ بات پایۂ تصدیق کو پہنچ چکی ہے کہ ایسی نادرُ الوجود ہستیاں ہمیشہ ایسے سلسلوں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں جو مقدس اور صحیح النسب خاندان کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اس عدیم النظیر دستگیر نے بھی سید الکونین خامسِ آلِ عبا حضرت امامِ حسین عالی مقام کی چھبیسویں پشت میں امام ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے نیشا پور کے سیداتِ ذوالفضل و برکات کے خاندان میں ہزاروں جاہ و جلال کے ساتھ ظہور اجلال فرمایا۔ بے شمار مستند کتابیں شاہد ہیں کہ قبلۂ عالم صحیح النسب سادات کاظمی ہیں اور آپ کی سیادتِ خاندانی کی عظمت و

شان بکمالِ احتیاط محفوظ اور غیر کفو کی مشارکت سے بے داغ رہی۔ اور یہ بھی مصدقہ ہے کہ ہلاکو خان نے جس کو بنی فاطمہ سے قلبی عناد تھا جب ۶۵۷ھ میں بغداد فتح کیا اور خلیفہ محتشم باللہ کا خاتمہ ہوگیا اور لوٹ مار کا بازار گرم ہوا تو قبلۂ عالم کے مورث اعلیٰ سید اشرف ابی طالبؒ نے (جو وقت حاضرہ کے علمائے ذی مرتبہ و مشائخین اولوالعزم کے سردار تھے) معہ اہل وعیال نیشاپور سے ہجرت فرمائی اور ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ کنتور ضلع بارہ بنکی اودھ میں آبادی سے باہر سکونت اختیار کی۔

سکونت دیوہ شریف: حضور کی سات پشت چارصدی سے زائد کنتور قیام پذیر رہی۔ اور ۱۱۴۱ھ میں آپ کی آٹھویں پشت میں کسی وجہ سے سید عبدالاحد علیہ الرحمۃ نے اپنی سکونت کنتور سے دیوہ شریف منتقل کر لی اور ۱۱۴۱ھ میں حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ کی ولادت سے انوارِ وارثی کا ظہور شروع ہوگیا۔

پیشین گوئیاں: جس طرح آفتاب طلوع ہونے کے قبل ہی اس کی ضوفشانیاں دنیا کو اس کی آمد یعنی صبح ہونے کا یقین دلاتی ہیں اسی طرح اس نادر الوجود ہستی کی تشریف آوری کا اعلان بھی منجانب اللہ سینکڑوں برس قبل ہی سے ہو رہا تھا اور مقربینِ بارگاہِ احدیت (اللہ والے، اللہ کے قریبی) کو ولادت باسعادت کی بشارتیں مل رہی تھیں۔ چنانچہ حضور کے جد امجد حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ جو ۱۱۴۱ھ بمقام دیوہ شریف پیدا ہوئے تھے اور صاحبِ حقائق و معرفت تھے اور طالبانِ حق کو رموزِ حقیقت سے مستفیض فرماتے تھے۔ ایک روز اپنے دولت کدہ کے قریب برلبِ تالاب چند یاران طریقت سے سرگرم سخن تھے کہ ایک صاحب باطن درویش نے آکر آپ سے کہا کہ:

"السلام علیك وعلیٰ ولدك الذی فی صلبك ان اللہ تبارك و تعالیٰ قد نور سیما کم بنورہ و اشرق الارض بظھورہ فطوبیٰ لکم یا سیدی"۔

مطلب یہ تھا کہ اس صاحب باطن درویش نے آکر آپ سے کہا اور زبان عربی میں یہ مژدہ (خوش خبری) سنایا اور مبارکباد پیش کی کہ ''اے میراں سید احمد مژدہ ہو کہ تمہاری نسل کی پانچویں پشت سے ایک ایسا آفتابِ فقر و ولایت طلوع ہونے والا ہے کہ جس کی نورانی روشنی سے زمین و آسمان منور ہو جائے گا۔'' جس کے جواب میں آپ نے درویش کے کلام کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ اس گلِ گلزارِ نوری کی خوشبو چمنستانِ عالم میں منتشر ہو رہی ہے اور ضیائے حسن و جمال اس کا مثلِ ماہِ نو درخشندہ۔'' حاضرین نے مؤدبانہ حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ سے متعلقہ گفتگو کا احوال دریافت کیا کہ اس بزرگ نے حضور کو کیسا مژدہ سنایا ہے جس کی حضور نے بھی تصدیق فرمائی ہے۔ اگر مناسب ہو تو ہم لوگوں کو بھی اس خوشی میں شرکت کا موقع دیجئے۔ چنانچہ حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ ''حق سبحانہ تعالیٰ نے میری پشت میں ایک نادرہ فرزند عنایت فرمایا ہے جس کا میری پانچویں پشت میں ظہور ہوگا۔ صداقت اس کی ''نور دیدۂ میراں سید احمد'' و ''جگر بند سید احمد'' ہے اور عدد اس کے نام پاک کے ان دونوں کلموں سے ہویدا ہیں۔ اور دوسری صداقت یہ ہوگی کہ اِنھیں اعداد کے تحت اس کا نام پاک ایک اسم ذات سے بھی ہوگا۔ اور وہ صحرائے عشق کا شیر ببر، تاجدار اقلیم رضا و صبر، اپنے زمانہ میں تمام دنیا پر حکمران ہوگا اور انسان و حیوان، ہندو، مسلمان، یہود و نصاریٰ غرض کہ ہر مذہب و ملت والا اس کا تابع فرمان ہوگا جس کی نشانیاں میں دنیا کے ہر گوشہ میں اس وقت پا رہا ہوں۔ اس شہنشاہ غواصِ بحرِ حقیقت اور ساقیٔ بادۂ نوشِ محبت کے تمامی سرفروشانِ میدانِ جبروت و مدہوشانِ بامِ لاہوت حلقہ بگوش ہوں گے۔

چنانچہ حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ کی پانچویں پشت میں پیشین گوئی کی بالکل تصدیق ہوگئی۔ کیونکہ اعداد ہر دو کلمہ جات مندرجہ بالا سات سو سات ہوتے ہیں

اور حضور وارث پاک کے نام کے اعداد بھی سات سو سات ہوتے ہیں۔ جناب میراں علیہ الرحمۃ کے ان دونوں جملوں نے اس پیشین گوئی کو ایسا محدود کر دیا کہ اب دوسرا شخص اس پیشین گوئی سے منسوب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور چونکہ دوسری صفت یہ بھی خصوصیت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ ہمارا فرزند جس نام سے دنیا میں پکارا جائے گا وہ اللہ جل شانہ کے اسمائے مقدسہ میں سے ایک نام ہوگا اور اعداد اس نام پاک کے بھی اتنے ہی ہوں گے چنانچہ اللہ جل شانہٗ کے ناموں میں ایک نام ''یا وارث'' ہی ایسا نام ہے کہ جس کے اعداد بھی (۷۰۷) سات سو سات ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں: زمانہ قریب کے وہ بزرگ عارف باللہ جن کو اب بھی دنیا جانتی ہے جن کا نام نامی حضرت سراج العارفین شاہ عبدالرزاق علیہ الرحمۃ بانسوی مشہور ہے اکثر یہ پیشینگوئی فرماتے تھے کہ دیوہ میں ایک آفتابِ فقر وولایت طلوع ہونے والا ہے جس کی روشنی میں اب دیکھ رہا ہوں۔

اسی طرح حضرت شاہ نجات اللہ علیہ الرحمۃ دیوہ شریف کی طرف سینہ کھول کر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس آفتابِ فقر وولایت کی روشنی سے دل کو منور کر رہا ہوں جو دیوہ شریف میں طلوع ہونے والا ہے۔ غرض کہ اس قسم کی پیشین گوئیاں سینکڑوں سال قبل ہوتی رہی ہیں جو دوسری بڑی کتابوں میں درج ہیں۔

شجرۂ نسبی: حضور وارث پاک کا شجرۂ نسبی حضرت امام حسین عالی مقام سے نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا ہوا، ۱۱۴۱ھ میں سید میراں سید احمد علیہ الرحمۃ تک پہنچا۔ آپ ۱۱۴۱ھ میں دیوہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے سید کرم اللہ علیہ الرحمۃ۔ اور سید کرم اللہ علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادے تھے۔ ''سید سلامت علی''، ''سید بشارت علی'' اور ''سید شیر علی'' رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ سید سلامت علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے ایک کا نام ''سید خرم علی'' اور دوسرے کا ''سید قربان علی شاہ'' علیہ الرحمۃ

جو حضور وارث پاک کے پدر بزرگوار تھے اور جن کا نکاح حقیقی چچا سید شیر علی علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی ''سیدہ بی بی سکینہ عرف چاندن بی بی'' سے ہوا۔ اور اس بی بی کو اللہ نے یہ شرف بخشا کہ حضور کی والدۂ ماجدہ ہوئیں۔ ذالك فضل الله

(صلی اللہ علیہ محمد و علیٰ آلہ وسلم)

وارث پاک کا اچھوتا اور بے داغ شجرۂ نسبی

حضرت امام الاولیا، وارثِ گلگوں قبا، مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہٗ

ابن سید قربان علی شاہ علیہ الرحمۃ — ابن سید سلامت علی شاہ علیہ الرحمۃ
ابن سید کرم اللہ علیہ الرحمۃ — ابن سید میراں سید احمد علیہ الرحمۃ
ابن سید عبد الاحد علیہ الرحمۃ — ابن سید عمر نور علیہ الرحمۃ
ابن سید زین العابدین علیہ الرحمۃ — ابن سید عمر شاہ علیہ الرحمۃ
ابن سید عبد الواحد علیہ الرحمۃ — ابن سید عبد الآد علیہ الرحمۃ
ابن سید علاؤ الدین اعلیٰ بزرگ علیہ الرحمۃ — ابن سید عزیز الدین علیہ الرحمۃ
ابن سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ — ابن سید محروق علیہ الرحمۃ
ابن سید ابو القاسم علیہ الرحمۃ — ابن سید عسکری علیہ الرحمۃ
ابن سید ابو محمد علیہ الرحمۃ — ابن سید محمد جعفر علیہ الرحمۃ
ابن سید محمد مہدی علیہ الرحمۃ — ابن سید علی با رضا علیہ الرحمۃ
ابن سید قاسم حمزہ علیہ الرحمۃ — ابن اما موسیٰ کاظم علیہ السلام
ابن امام سید جعفر صادق علیہ السلام — ابن امام سید محمد باقر علیہ السلام
ابن سید زین العابدین علیہ السلام — ابن سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام

صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ

ولادت باسعادت

چونکہ وارثِ حقیقی کو یہ ہی منظور تھا کہ یہ نادرُ الوجود صحیح معنوں میں نادرُ الوجود اور وارثِ ارثِ مصطفویٰ و مرتضوی کی دلیل سے نادر الوجود ثابت ہو اسی لیے ابھی اس وجود کا وجود بھی نہ ہونے پایا تھا اور عالم وجود میں قدم بھی نہ رکھنے پایا تھا کہ آبائی خصوصی خصوصیات کا ظہور ہونے لگا۔ عشق کی نیرنگیاں شروع ہو گئیں اور جدِ اعلیٰ کی سنت ادا ہونے لگی۔ چنانچہ حضور ابھی شکمِ مادر ہی میں تشریف لائے تھے کہ آپ کے پدرِ بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جس وقت تک قبلۂ عالم میرے شکم میں قیام پذیر تھے میں بلا وضو نہ رہ سکتی تھی۔ اگر کبھی اتفاقیہ غافل ہو جاتی تو حضور کسی نہ کسی کنایہ سے یاد دہانی فرما دیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتی تھیں کہ میں اپنے دل کو روحانی کیفیتوں سے پر مسرت پاتی تھی۔ اور مشاہدات میں انوار وارثیہ کی جلوہ ریزیوں سے آسمان اور زمین کو منور دیکھتی تھی۔ حتیٰ کہ حضور کی تشریف آوری کا زمانہ قریب آ گیا اور یکم صفر ۱۲۳۸ھ کو اس آفتاب فقر وولایت نے (کہ جس کا انتظار تمامی اولیاء اللہ سینکڑوں برس قبل سے کر رہے تھے) اُفق عالم پر انوارِ وارثیہ کی ضیا پاش شعاعوں کے ساتھ نہایت جاہ وجلال سے ظہورِ اجلال فرمایا۔ ہر طرف تمام اولیاء اللہ ذی مرتبت و بادہ نوشانِ جام محبت ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کر رہے تھے اور ہر طرف ارواحِ مقدسین میں مرحبا اور سلام کے نعرے بلند تھے۔

سلام عقیدت

السلام اے مرشد والا صفات
السلام اے وارثِ راہِ نجات

السلام اے مظہر شانِ خدا
السلام اے نور، نورِ مصطفےٰ

السلام اے راحت جانِ بتولؑ
السلام اے گلشن زہرؑا کے پھول

السلام اے مرتضیٰؑ کے دل کے چین
السلام آلِ حسنؑ آلِ حسینؑ

السلام اے یادگار پنجتنؑ
السلام اے رازدارِ پنجتن

السلام اے صاحبِ فقر و ولا
السلام اے وارثِ گلگوں قبا

السلام اے میرے آقا السلام
السلام اے میرے مولا السلام

اے مرے حاجت روا روشن ضمیر
جز ترے کوئی نہیں ہے دستگیر

تجھ سوا کس سے کہوں میں دل کا راز
میں ہوں بندہ اور تو بندہ نواز

گو خراب و خستہ و رُسوا ہوں میں
شکر ہے پر تیرا کہلاتا ہوں میں

دل گرفتہ بے کس ولا چار ہوں
اے مسیحا میں ترا بیمار ہوں

تجھ سوا ہے غمزدوں کے کون ساتھ
ہے علاجِ دین و دنیا تیرے ہاتھ

فرش سے تا عرش تیرا نام ہے
ذات تیری ایک فیضِ عام ہے

پڑ گئی جس پر نگاہِ انتخاب
دین و دنیا میں ہوا وہ کامیاب

میرے اوپر بھی نظر سرکار ہو
ایسا کچھ کر دو کہ بیڑا پار ہو

مجھ پہ بھی ہو جائے اک نظر عطا
میرے وارث پنجتنؑ کا واسطہ

از پئے شاہِ شہید کر بلاؓ — از پئے شاہ ولایت مرتضیٰؓ
احمدِ مرسلؐ کے صدقے میں حضور — ہوں حجاباتِ دوئی سب دل سے دُور
تُو ہی تُو آنے لگے ہر جا نظر — آخرش مل جاؤں تجھ میں سر بسر
میرے واث، وارثِ عالی مقام — تجھ پہ ہوں محبوبؐ کے صدہا سلام

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ

ایام رضاعت: معزز اشخاص کی بزرگ مستورات ذکر فرماتی ہیں کہ وارث پاک کے طفلانہ خصائل ستودہ صفات (نیک سیرت) کچھ ایسے امتیازی شان رکھتے تھے جو کسی دوسرے بچے میں نہ عام طور پر دیکھے گئے نہ سنے گئے۔ حضور قبلۂ عالم بجز وقت مقررہ کے خلافِ اوقات کبھی دودھ نوش نہ فرماتے تھے اور نہایت اطمینان سے اور بہت کم پیتے تھے۔ آپ کی والدہ مکرمہ کا بیان ہے کہ رمضان شریف میں آپ روزہ داروں کی طرح افطار کے وقت دودھ نوش فرماتے تھے اور اگر غلطی سے دودھ پلانے کا ارادہ کرتیں تو آپ منہ پھیر لیتے تھے۔ بَول و براز کی یہ کیفیت تھی کہ ضرورت کے وقت کچھ ایسی ادا سے اشارہ فرماتے کہ سمجھ میں آجاتا تھا اور باحتیاط رفع حاجت کرالیا جاتا تھا۔ اور آپ کا لباس و بستر ہمیشہ صاف اور نجاست آلود ہونے سے محفوظ رہتا تھا اور بوقت رفع حاجت چہرۂ اقدس پر شرم آمیز کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ نیند کا یہ عالم تھا کہ اول تو سوتے ہی کم تھے اور اگر کبھی آنکھیں بند ہو جاتیں تو بجائے غفلت، ہوشیاری کے آثار ہویدا رہتے تھے۔ آنکھیں کھولنے پر نیند کا خمار یا غنودگی کا اثر نہ ہوتا تھا بلکہ ہنستے ہوئے بیدار ہوتے تھے۔

آپ عام بچوں کی طرح نہ روتے تھے اور نہ ہنستے تھے بلکہ زیادہ تر خاموش رہتے تھے۔ اکثر شب ماہ میں چاند اور تاروں کو بغور دیکھتے اور مسکراتے تھے۔ ان عجیب و غریب حالات کو دیکھ کر ہر کس و ناکس کے دل میں آپ کی عظمت پیدا ہوتی تھی

اور جس قدر آپ کی عمر بڑھتی گئی اسی قدر آپ کی عادات وخصلات میں غیر معمولی تغیر اور شانِ ولایت نظر آتی تھی۔

پدرِ بزرگوار کے انتقال کے باعث عالمِ اسباب میں عافیت کے دروازے تو پہلے ہی بند ہو چکے تھے اور اس دُرِّ یتیم کی نشوونما صدفِ آغوشِ مادر میں ہو رہی تھی کہ شاہد حقیقی کو یہ بھی منظور نہ ہوا کہ ہمارا عاشق عارضی طور پر کسی سے مانوس ہو۔ چنانچہ ابھی تین سال کی عمر ہوئی تھی کی یہ یتیم بچہ آغوش مادر سے بھی محروم ہو گیا اور احکم الحاکمین نے اس خاتون معظّمہ کو دوسرے عالم میں بلا لیا اور جد اعلیٰ کی دوسری سنت بھی ادا ہوگئی۔ اس حادثہ جانکاہ کے بعد حضور کی جدہ مکرمہ ''سیدہ حیات النسا صاحبہ'' اپنے یتیم پوتے کی کفیل ہوئیں اور باوجود مہربان دایہ کی خدمت کے آپ خود بہ نفس نفیس خدمت ونگرانی فرماتی تھیں۔

جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو حضور کی دادی صاحبہ نے بسم اللہ کی تقریب نہایت اُولوالعزمی سے ادا کی اور مطابق رواجِ خاندانی ایک قابل استاد آپ کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا جو طبیعت کو علوی بنانے کے خیال سے وقتاً فوقتاً قاعدہ بغدادی پڑھاتا تھا اور زیادہ وقت آپ کے ساتھ حسب مزاج کھیلنے میں صرف کرتا۔ آپ کے ہر کھیل میں ایسی حقانیت کی صفت اور للّٰھیت تھی کہ جس سے پختگی جُود وسخا، مہر وعطا کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ کھیل کی صورت میں آپ کا مشغلہ یہ تھا کہ دادی صاحبہ کے صندوقچہ سے اشرفی یا روپیہ جو مل جاتا نکال لے جاتے اور مسمی (لوکئی) حلوائی کو دے کر یہ فرمائش کرتے تھے کہ اس کا ایک بتاشہ ہم کو بنا دو۔ وہ ایک سینی کے برابر بتاشہ بنا دیتا تھا۔ قبلۂ عالم اس کو توڑ توڑ کر لڑکوں کو تقسیم فرما دیتے اور دادی صاحبہ کو جب خبر ہوتی تو بجائے خفا ہونے کے خوش ہوتی تھیں۔ اکثر حضور بچوں کو پاس بٹھا کر کھیل کے پیرایہ میں دنیا کی مذمت اور محبتِ الٰہی کی ہدایت فرماتے تھے اور طفلانہ ہدایت

سے وہ بچے سنِ بلوغ کو پہنچ کر عارفانِ باللہ اور صاحب معرفت ہو گئے۔ اکثر غربا و مساکین کو نقدی اور محتاجوں کو اپنے پہننے کے کپڑے بھی تقسیم کر دیتے تھے۔ غرض کہ آپ کی عالمِ طفلی میں بھی ہر بات دوسرے بچوں کو راہ ہدایت دکھلانے کے لیے مشعل راہ تھی۔ ہر وہ بچہ جس نے قبلۂ عالم کی صحبت کا کچھ بھی لطف اٹھایا تھا نہ معلوم کیا سے کیا بن گیا۔ ہر ادا، ہر اطوار اس قدر جاذب اور اس قدر غیر معمولی طور پر عجیب اور کشش رکھتے تھے کہ ہر خورد و کلاں محبت کے ساتھ احترام کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا غرض کہ آپ کے ہر کھیل میں محبت کی ایسی تعلیم مضمر تھی کہ ہر شخص آپ کا شیفتہ ہو جاتا تھا۔

کچھ اس طرح وارث علی کھیلتے تھے　　لڑکپن میں جیسے نبی کھیلتے تھے
ہر اک کھیل ہوتا تھا اک درسِ الفت　　کوئی کھیل وہ، جب کبھی کھیلتے تھے
کریمی میں تھی شانِ مشکل کشائی　　عجب کھیل وارث علی کھیلتے تھے
وہ محبوب، محبوبِ حق ہیں بلاشک　　جو مثلِ علیؓ و نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھیلتے تھے

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ　　كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ　　صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

تعلیم علوم ظاہری: حضور قبلہ عالم کی تعلیم قابل معلمین کے علاوہ جناب مولوی امام علی صاحب ساکن قصبہ سترکھ ضلع بارہ بنکی، جن کا اس دربار میں مقدس اور ابرار بزرگوں میں شمار تھا زیرِ سپردگی ہوئی۔

مولوی صاحب اول تو خود اہلِ دل اور باطن شناس تھے، دوئم حضور وارث پاک کے نادرہ عادات اور خصوصی واقعات کچھ ایسے عجیب و غریب دیکھتے تھے کہ موصوف نے آپ کی دادی صاحبہ کو اکثر بتلایا کہ یہ صاحبزادے مکتب عشق کے سند یافتہ ہیں۔ معلمِ وہبی نے وہ علم تفویض فرمایا ہے جو بغیر پڑھے پڑھائے آجاتا ہے۔ ان کو تعلیم

ظاہری کی حاجت نہیں۔ یہ دنیا کو وہ سبق پڑھائیں گے کہ جس کے سمجھنے سے انسان کا فہم وادراک قاصر ہے۔ مولوی صاحب انتہائی مؤدبانہ پیش آیا کرتے تھے اور خاص طور پر محبت کرتے تھے۔ اکثر حضور کے لیے پتنگ بنا دیتے تھے اور کبھی شاہانِ سلف کی کہانیاں سناتے تھے۔

ابھی اس تعلیم کو دو سال ہوئے تھے کہ وارثِ حقیقی کو یہ مشارکت بھی ناپسند ہوئی کہ دادی صاحبہ کے سایۂ عاطفت میں میرے وارث کے وارث کی پرداخت ہو چنانچہ آپ کی دادی صاحبہ کا بھی انتقال ہوگیا اور بفحوائے اَلْعِشْقُ نَارٌ تَحْرِقُ مَا سِوَا الْمَحْبُوْبِ (عشق آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے) تعلقاتِ موجودات سے انقطاعِ قطعی ہوگیا۔ ایسی صورت میں جناب خادم علی شاہؒ نے (جو آپ کے حقیقی بہنوئی تھے) حضور کا قیام دیوہ شریف مناسب نہ سمجھا اور ہمراہ لکھنو لے آئے اور سلسلۂ تعلیم جاری رکھا۔ مگر جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی آپ کی حالت میں تغیرات خصوصی ہوتے گئے۔ بے قراری میں اضافہ، عشق روز افزوں اور استغراقی کیفیت ترقی پر تھی۔ گو یہ تعلیمی سلسلہ سات سال تک جاری رہا مگر یہ کوئی نہ سمجھ سکا کہ حضور کی یہ ظاہری تعلیم کس نتیجہ پر پہنچی۔ مگر تجربہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا تھا کہ حضور والا جاہ کو علم وادب میں کافی عبور حاصل تھا اور تفسیر وحدیث میں بھی کمال دستگاہ تھی۔ بلکہ علاوہ علم شریعت کے آپ ہر زبان کے علوم وفنون میں کامل اور اکمل تھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ کو منجانب اللہ وہ علم تفویض ہوا تھا جو تمامی علم وفنون کی اصل ہے اور جس کا عالم تمام علوم وفنون پر قادر اور متصرف ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ عالم صغرسنی میں بڑے بڑے علوم ظاہری کے علم حضور کے سامنے باطل ہوجاتے تھے اور حضور کے ادنیٰ اشارہ سے وہ علم حاصل ہوجاتا تھا کہ کامل واکمل ہوگئے۔

(صلی اللہ علیٰ محمد وعلیٰ آلہٖ وسلم)

رسمِ سلسلۂ مشائخین : گو حضورِ والا کا سلسلہ بلا واسطہ و براہ راست حسن الحسینی تھا اور پنجتنؑ پاک سے عشق کامل کا افاضہ ہوا تھا۔ اس لیے آپ کو کسی سلسلہ میں رسماً بھی شرکت کی ضرورت نہ تھی۔ مگر جناب خادم علی شاہؒ نے حسبِ سنتِ مشائخین حضور کو سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں داخل فرمادیا گویا صاف اور شفاف آئینہ پر جلا ہوگئی۔ اضطراری کیفیت اور زیادہ ترقی کر گئی۔ رات و دن بے قرار رہنے لگے۔ اکثر غیر آباد مقامات پر تمام تمام شب ذکر و اشغال میں مصروف رہتے۔

رسمِ دستار بندی : اسی دوران میں جناب خادم علی شاہؒ نے بتاریخ ۱۴ صفر ۱۲۵۴ھ ہجری کو اس عالمِ فانی سے طرف عالم بقا رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تیسرے روز فاتحہ خوانی ہوئی۔ رؤسائے شہر، مریدین و معتقدین کے علاوہ علمائے دین وحضراتِ مشائخین کا مجمع ہوا۔ بعد فاتحہ خوانی، رسمِ دستار بندی کا مسئلہ پیش ہوا۔ اور مولوی منا جان صاحب نے جو آپ کے لنگر خانہ کے مہتمم بھی تھے نقرئی کشتی میں ایک دستار رکھ کر حاضرین جلسہ کے رُوبرو پیش کی اور عرض کیا کہ آپ حضرات یہ خلعت فاخرہ جو اس کا اہل ہو اس کو مرحمت فرمادیں۔ چنانچہ نبیرۂ (نواسا/ پوتا) حضرت غوث گوالیاری و نیز حضرت اکبر شاہ صاحب (جن کو دنیا وقتِ حاضرہ کا قطب جانتی اور مانتی تھی اور جنھوں نے ایک مرتبہ حضرت خادم علی شاہ علیہ الرحمۃ کی حیات میں حضور وارث پاک کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ صاحب زادہ مادر زاد ولی ہیں اور اب ہزار برس تک ایسی نادر الوجود اور عدیم النظیر ہستی دنیا میں نہیں آئے گی۔ ان کی حکومت تمام دنیا پر عام ہوگی اور ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ ان کے تابعِ فرمان ہوں گے) نے باوجود اوائل عمری کے "کیونکہ اس وقت حضور قبلۂ عالم کی عمر صرف چودہ سال کی تھی" اس منصب جلیلہ کے

واسطے حضور ہی کو تجویز فرمایا اور دیگر مشائخینِ عظام نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور اس دستار کو حضور کے فرقِ انور (روشن سر) پر اپنے مقدس ہاتھوں سے باندھ دیا۔ گویا حقیقتاً وہ امامت جو پنجتن پاک کے گھر سے سلسلہ بسلسلہ اولیائے کرام میں بذریعہ اس رسمِ دستار بندی منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی بالآخر پنجتن پاک ہی کے گھر میں وارثِ ارثِ پنجتنی کو واپس پہنچ گئی اور رسمِ دستار بندی ختم ہو گئی۔

چنانچہ بعد رسمِ دستار بندی حضور والا کے ایک بھولی گھسیٹے میاں نے جو بچپن سے بے تکلف تھے حضور سے کہا کہ اس وقت کباب کھانے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ حضور نے ایک کبابچی سے چار پیسے کے کباب خرید کیے اور جب کبابچی نے پیسے طلب کئے تو آپ نے فرمایا کہ پیسے تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ تب کبابچی نے کہا کہ اگر پیسے نہیں ہیں تو اس کے عوض کچھ اور دے دیجئے تو حضور قبلۂ عالم نے وہی ''دستارِ متبرکہ'' جو بکمالِ احتیاط آپ کے زیرِ سر کی گئی تھی اتار کر اس کبابچی کو دے دی اور فرمایا کہ ''پیسوں کے بجائے یہ لے لو''۔ کبابچی یہ خلعت فاخرہ پا کر مسرور اور مکیف ہو گیا اور دستار مبارک کو حرزِ جاں بنا لیا۔ حقیقت یہ تھی کہ حضور قبلہ عالم منازلِ عشق طے فرما رہے تھے۔ نام و نمود سے قطعی احتراز تھا۔ دل موجودات سے مستغنی اور بے نیاز تھا۔ اس کبابچی کو دستارِ مبارک عنایت فرما کر معلوم نہیں کیا کچھ دے دیا اور رسمِ دستار بندی مکمل ہو گئی۔

حضور قبلۂ عالم کا یہ خاص مشغلہ تھا کہ غربا و مساکین کی دستگیری ہر خاص و عام کی امداد اور طالبانِ حق کی رہنمائی فرماتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل مدت میں سینکڑوں ارادت مند داخلِ سلسلہ اور بیشتر خوش نصیب صاحبِ دید و یافت ہو گئے۔

اقرارِ عظمت: حضور وارث عالم کی حسن الحسینی و پنجتنی نسبت خصوصی و عظمت و بزرگی و مراتبِ علیا کا زمانہ کے تمامی مشہور اور معروف اہلِ حقائق نے اعتراف کیا

ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن علیہ الرحمۃ گنج مرادآبادی نے اپنے مریدین کو و نیز خاص طو پر مولوی محمد عمر صاحب بلند شہری کو متنبہ فرمایا کہ ''خبردار کوئی شخص حاجی صاحب قبلہ کے خلافِ شان کچھ نہ کہے ورنہ عاقبت بخیر نہ ہوگی'' علیٰ ہذا جناب حضرت محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ پیلی بھیتوی نے اکثر فرمایا کہ ''حاجی صاحب کے گھر کی دولت ہے۔ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہیں اور اپنی تو بڑی گاڑھی کمائی ہے۔'' اسی طرح مولوی محمد یحییٰ صاحب وارثی وکیل ورئیس اعظم عظیم آباد نے جن کو قبلۂ عالم نے پابند وضع فرمایا تھا اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں اتوار کو مدرسہ والے مکان میں تھا کہ ناگاہ جناب نور الدین شاہ صاحب (مجذوب سالک) ''جن کو صوبہ بہار، کامل اور صاحبِ حقائق ومعرفت جانتا تھا'' تشریف لائے میں نے چائے اور حقہ پیش کیا۔ اتفاق سے دونوں چیزیں قبول فرمالیں اور بکمال شفقت دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ کہاں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ''مُلاّ کی دوڑ مسجد تک'' جاتا کہاں۔ دیوہ شریف آستان بوسی کے لیے گیا تھا۔ یہ سن کر فرمانے لگے کہ ''بڑے خوش نصیب ہو۔'' وہ شیرِ خدا کا پوتا ایک نظرِ عنایت سے قطرہ کو دریا بنا دیتا ہے۔ مولوی صاحب میرے کاسۂ گدائی میں بھی اسی کا دیا ہوا ٹکڑا ہے۔ چنانچہ اسی طرح سینکڑوں کیا، لاتعداد بزرگ ہستیاں حضور قبلہ عالم کے فیض سے مستفیض ہوئیں اور تمامی ہادیانِ راہِ طریقت وسرمستانِ بادۂ وحدت نے حضور کے عظمت وجلالت کی بالاعلان شہادت دی۔ غرض کہ یہ فیضانِ وارثی کا ابتدائی وخصوصی دور لکھنو میں عام تھا اور دنیا پروانہ وار اس شمعِ فقر وولایت پر نثار ہو رہی ہے کہ یکا یک آغازِ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ حضور والا نے لکھنو سے پھر دیوہ شریف مراجعت فرمائی اور وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اپنے بزرگوں کا اثاث البیت اہل محلہ وغربا ومساکین کو تقسیم کیا اور جملہ جائداد وزمینداری اور کتابوں کو اعزاو احبا کو دے دیا اور ملکیت کے کاغذات تالاب میں ڈبو کر بجز ذات احدیت دنیا کی ہر

چیز سے سبک دوشی حاصل کر لی۔

سفرِ حجاز: ابھی حضور وارثِ عالم کی عمر کے پندرھویں سال کا آغاز تھا کہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۸ء کو عازمِ سفرِ حرمین شریفین ہو گئے۔ مریدین و معتقدین نے بہت اصرار کیا کہ ایسے دور دراز سفر میں زادِ راہ کے علاوہ ایک رفیق کا ہمرکاب ہونا بہت ضروری ہے مگر حضور نے انتظامِ عالمِ اسباب کو ناپسند فرمایا اور وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَ کِیْلاً پیادہ پا روانہ ہو گئے۔

سب سے پہلے اپنی ہمشیرہ صاحبہ سے رخصت ہوئے اور سیاہ کمبل دوش مبارک پر ڈال کر روانہ ہو گئے۔ لکھنو میں حضرت خادم علی شاہ علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس سے رخصت حاصل کی اور تمام اعزا و اقربا، مریدین و معتقدین سے مل کر دیدار کے شوق میں روانہ ہو گئے۔

شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے شکوہ آباد، فیروز آباد، آگرہ، ہرداول، جے پور تشریف لے گئے۔ جہاں ہندو مسلمان دونوں نے اپنی ارادت کا اظہار کیا۔ والی جے پور، راجہ بخت سنگھ اور اس کی رانی بھی حلقہ بگوش ہوئی۔ غرض کہ بعد قطع منازل اجمیر شریف پہنچے۔ بہ حسنِ اتفاق اِسی زمانہ میں عرس جناب قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ کا تھا۔ آپ بھی شریک جلسہ ہوئے۔ جس وقت جلسہ کی طرف توجہ فرمائی تو تمام حاضرین مجلس کے جسم میں لرزہ پڑ گیا اور سب کے سب نالہ و زاری کرنے لگے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ دیر تک مدہوشی کا عالم رہا۔ جب ہوش آیا تو سب کے سب قدم بوس ہوئے۔ دورانِ قیام اجمیر شریف میں متعدد طالبین دست بیع ہوئے۔ ازاں جملہ عبداللہ سنگ تراش اور اس کی بیٹی (بی بن) بھی داخلِ سلسلہ ہوئے۔ گو قبلۂ عالم کے فیض سے کچھ نہ کچھ تو ہر ارادت مند مستفیض ہوتا تھا مگر بی بن نے زیادہ حصہ پایا۔ وہ خوش نصیب اجمیر شریف

میں بی بن اللہ والی کے نام سے مشہور ہوئی اور تارک الدنیا ہوگئی۔

اسی طرح ایک روز حضور جھالرہ کے قریب تشریف فرما تھے کہ ایک درویش آ کر قدم بوس ہوئے اور آب دیدہ ہوکر کچھ عرض کرنا چاہا کہ حضور نے مسکرا کر معانقہ کیا اور فرمایا کہ ''بس اسی کے واسطے رویا کرتے تھے'' شاہ صاحب مکیف (مسرور) ہو گئے اور کہنے لگے کہ داتا میرا کام ہوگیا۔

غرض کہ دنیا کو راہ ہدایت دکھاتے۔ گھر کی دولت لٹاتے۔ اجمیر شریف سے ناگور تشریف لے گئے اور ناگور میں جو پہلا شخص حضور کا حلقہ بگوش ہوا وہ مولوی حسین بخش صاحب رئیسِ شہر اور پیر زادے ہیں۔ پھر ناگور سے قصبہ میرتا اور کوچڑالاد گجرات تشریف لے گئے اور گجرات سے قطع منازل فرماتے ہوئے بمبئی پہنچے اور بمبئی میں حاجی یعقوب سیٹھ مع اہل وعیال و نیز مشہور تاجر حاجی زکریا میمن نے ایک کثیر جماعت کے ساتھ بیعت کی۔ اور مسٹر ابراہیم میمن منصف عدالت اپنے قومی لباس میں آکر مرید ہوئے۔ چنانچہ باوجودیکہ لوگ انتہائی مصر تھے مگر حضور قبلۂ عالم بغیر کسی اسبابِ عافیت و بغیر کسی ہمراہی کے سادگی کے ساتھ اپنا کمبل لے کر بادبانی جہاز پر سوار ہو گئے۔ یہ حضور کا پہلا سفر حجاز تھا اور حضور اس زمانہ میں صومِ وصال کے روزے رکھتے تھے جو تیسرے روز افطار ہوتا تھا۔ حضور حالتِ صوم میں جہاز پر سوار ہوئے اور افطار کا سامان بھی کچھ ہمراہ نہ تھا۔ اِدھر جملہ مسافروں سے علیحدہ ایک تاریک گوشہ میں بستر لگایا تھا۔ جب تین روز یا بہ روایت سات یوم گزر گئے تو من جانب اللہ یہ خطرناک واقعہ پیش آیا کہ دفعتاً جہاز کی رفتار رُک گئی اور جہاز کی طوفانی کیفیت نظر آنے لگی۔ محمد تقی نامی ناخدا نے خطرہ کا اعلان کر دیا۔ ہر شخص سراسیمہ و پریشان ہونے لگا۔ رات کو بمبئی کے تاجر محمد ضیاء الدین سیٹھ نے خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم کھاتے ہو اور ہمسایہ کی خبر نہیں رکھتے۔ وہ خوش نصیب تاجر فوراً خواب

سے بیدار ہوا تو خیال کرنے لگا کہ کوئی برگزیدہ بزرگ ضرور اس جہاز پر تشریف رکھتے تھے جس کی اطلاع سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ کو دی ہے۔ یہ سمجھ کر صبح کو تمام اہلِ جہاز کی عام دعوت کا اعلان کر دیا۔ تمام اہلِ جہاز شریک دعوت ہوئے مگر حضور قبلۂ عالم نے جادۂ استقلال سے جنبش نہ فرمائی۔ چنانچہ دوسرے روز شب کو پھر بشارت ہوئی، اس اپنی خوش نصیبی پر تاجر انتہائی مسرور تھا کہ دو رات متواتر زیارتِ حبیبِ الٰہی سے مشرف ہوا اور ذوق پیدا ہوا کہ اس خدا کے حبیب کی بھی زیارت نصیب ہو کہ جس کی بدولت میرا طالع خفتہ بیدار ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز پھر اس نے دعوت کا اعلان عام کیا۔ جب تمام لوگ شریکِ دعوت ہو چکے تب وہ خود تہ خانہ میں اس خیال سے کہ مبادا کوئی باقی نہ رہ گیا ہو تلاش کے لیے گیا کہ یکایک اس تاجر کی نظر روئے انور پر پڑی بے ساختگی میں قدموں پر گر پڑا اور دست بستہ معذرت چاہی اور کھانا پیش کیا۔ آپ نے بہ مقتضائے اخلاق چند لقمے تناول فرمائے۔ جب وہ تاجر اپنی جگہ پر گیا کہ یکایک جہاز چلنے لگا۔

اس کے بعد حضور کا یہ سفرِ جہاز ختم ہوا اور ۲۹ شعبان کو بوقت شب مکہ معظّمہ پہنچ گئے دوسرے روز یکم رمضان کو بغرض طواف روانہ ہوئے کہ باب السلام کے قریب ایک جلیل القدر بزرگ نے جو مکہ معظّمہ میں دوائر کبریٰ مشہور تھے آپ سے معانقہ کیا اور بشارت دی کہ صاحبزادے آج وہ انوار حضرت احدیت (جلوۂ خدا) مشاہدہ کرو گے جن کے دیکھنے کی استعداد صدیوں کے بعد خدا نے تم کو مرحمت فرمائی ہے۔

"ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ"

حضور قبلۂ عالم یکم رمضان سے تا ادائیگی حج مکہ معظّمہ میں مقیم رہے۔ حضور کا یہ مشغلہ تھا اور معمول میں داخل تھا کہ روزانہ جب رات کو سناٹا ہو جاتا اور صرف چیدہ چیدہ لوگ رہ جاتے اس وقت مقام ابراہیم میں بہ نیت نفل کھڑے ہو کر نہایت خوش

الحانی سے مصری لہجہ میں دو رکعت میں پورا قرآن شریف ختم فرماتے اور نماز فجر کے بعد بستر پر جاتے اور تمام دن تاریخی مقامات اور مقدس یادگاروں کی سیر وزیارت میں گزر جاتا۔ اس دوران میں آپ کے تصرفات باطنی کا شہرہ عام ہو گیا اور سینکڑوں مقتدر ہستیاں اور ممتاز حضرات حلقہ بگوش ہوئے حضور نے اس پہلے سفر حجاز میں تقریباً سات یا بہ روایت گیارہ حج کیے۔ اس لیے ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ واقعات ضرور پیش آتے تھے چونکہ ہر مرتبہ حضور کا مکہ معظّمہ میں قیام ضرور ہوتا تھا چنانچہ **منقول** ہے کہ ایک مرتبہ حضور مکہ معظّمہ میں قیام پذیر تھے کہ مولوی عبدالحی صاحب مہاجر بھی خدمت میں بہ نظر طلب جانے لگے۔ ایک روز برسبیلِ تذکرہ مولوی صاحب نے مسئلہ وحدت الوجود سے قطعاً انکار کر دیا۔ سیدنا مدظلہٗ نے عنایت فرمائی اور اپنے کمبل میں ان کو چھپا لیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد جب باہر نکلے تو خدا کو علم ہے کہ مولوی صاحب نے اس پردہ میں کیا دیکھا کہ اسی وقت سے ان کی یہ کیفیت ہو گئی کہ ہمہ وقت پر کیف رہنے لگے اور چاہ زمزم کے قریب اپنے نام کی "یا عبدالحی" ضرب لگانے لگے۔

علیٰ ہذا ایک روز غار ثور کی طرف گئے تو دیکھا ایک بوڑھی عورت نہایت درد ناک آواز سے رو رہی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا جوان بیٹا مر گیا ہے۔ قبلۂ عالم نے اس کو صبر کی ہدایت کی تو بڑھیا نے کہا کہ حکیم صاحب صبر اس ویرانے میں کہاں ملے گا۔ اور نہ میرے پاس پیسہ ہے جو مول لا سکوں۔ تمہارے پاس کوئی دوا ہو تو اپنے اللہ کی راہ پر فی سبیل اللہ اس کو کھلا دو کہ یہ زندہ ہو جائے کیونکہ میرا یہی ایک لڑکا تھا۔ قبلۂ عالم نے لڑکے کے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا وہ زندہ ہو گیا۔ اس نے آنکھ کھول دی اور بات کرنے لگا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ

اسی طرح ایک روز قبلۂ عالم غارِ حرا کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا ایک

صاحب مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ بعد فراغت سرکار نے دریافت کیا کہ اس ریاضت سے آپ کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میری طلب یہ ہے کہ مطلوب حقیقی کو دیکھ لوں مگر ابھی تک مراد پوری نہیں ہوئی۔ حضور نے فرمایا کہ ”آپ تو“ آنکھیں بند کر کے دیکھتے ہیں تو کیسے دکھائی دے:

"مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى"

ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا۔

اگر آنکھ کھول کر دیکھو تو مطلوب دکھائی دے یہ کہہ کر چلے آئے مگر تھوڑے عرصہ میں وہ بزرگ مکہ معظمہ میں سرکار کے پاس حاضر ہوگئے اور کہنے لگے کہ حضور کی توجہ سے میری برسوں کی مراد پوری ہوگئی۔

ایک روز طائف کے نخلستان میں قبلہ عالم نے دیکھا کہ اونٹ مجنون ہوگیا ہے اور اس کا مالک رو رہا ہے۔ سبب پوچھا تو اس نے کہا میری اور میرے اہل وعیال کی روزی صرف اسی اونٹ کے ذریعہ تھی۔ چند روز سے اس کی یہ حالت ہے کہ سب کو کاٹتا ہے حضور نے ببول کے کانٹے سے اس کی پیشانی پر ایک آبلہ تھا اس کو پھوڑ دیا، وہ اچھا ہوگیا۔

غرض کہ اس قسم کے واقعات ہر وقت اور ہر روز ظہور پذیر ہوتے رہتے تھے۔ جہاں تک علم ہو سکا ہے مختلف کتابوں میں درج ہیں۔ چنانچہ حضور قبلۂ عالم وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں سے نجف اشرف، کربلا شریف اور کاظمین شریف ہوتے ہوئے بغداد شریف میں کچھ روز قیام فرما کر پھر یکم ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہ حج دوشنبہ کو ہوا جس کو حج النبی کہتے ہیں۔ اور بعد ادا فریضہ حج مدینہ منورہ ہوتے ہوئے اور سیر وسیاحت فرماتے ہوئے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کے بعد افریقہ کی سیر وسیاحت میں مصروف

ہوئے۔ بعد میں پھر مکہ معظمہ آئے اور بعد ادائے حج مدینہ منورہ میں قیام کیا اور وقتاً فوقتاً شام وحلب کی بھی سیاحت فرمائی۔ اور پھر مکہ معظمہ تشریف لائے اور حج ادا فرما کر بہ سواریٔ جہاز بمبئی واپس ہوئے اور اندور، اوجین، ٹونک، اجمیر شریف، دہلی ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچ گئے اور ایک ہفتہ قیام فرما کر دیوہ شریف رونق افروز ہوئے۔

دوسرا سفر حجاز ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ کو شروع ہوا اور پیادہ پا براہِ کابل و قندہار ذیقعد کے تیسرے ہفتہ میں مدینہ منورہ پہنچ گئے اور زیارت سے مشرف ہو کر اور مکہ معظّمہ میں ادائے حج فرما کر ترکی قافلہ کے ساتھ ساتھ قسطنطنیہ پہنچے اور عبداللہ حاجب کے جو اِسی سفر میں حضور کا ارادتمند ہو چکا تھا مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

ایک روز عبداللہ حاجب نے انتہائی رغبت و التجا سے سرکار والا جاہ سے سلطان وقت (عبدالمجید خاں) کے باغ کی بے حد تعریف کی اور اپنے ہمراہ سلطانی باغ کی سیر کرانے لے گئے۔ سرکار باغ میں تفریح فرما رہے تھے کہ اتفاقیہ طور پر سلطان عبدالمجید خاں باغ میں پہنچ گئے اور حضورِ انور کے روئے زیبا پر نظر پڑتے ہی اس طرح بے چین ہو گئے کہ گویا کوئی کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہو۔ قدم بوسی بجالانے کے بعد بہ اصرارِ تمام منزلِ سلطانی میں لے گئے اور اپنی ارادت مندی کا نہایت ذوق شوق سے باقاعدہ اقرار کیا اور مع اہل وعیال حلقہ بگوش ہو گئے۔ سلطان کی ارادتمندی کی خبر مشتہر ہوتے ہی اراکینِ سلطنت بھی حلقہ بگوش ہونے لگے اور زیریں قلعہ ایک عام اژدہام ہو گیا۔ ہر شخص جوش ارادتمندی میں بیخود نظر آتا تھا۔ چنانچہ حضور قبلۂ عالم سے عرض کیا گیا کہ لاکھوں مسلمان حضور کی غلامی کا فخر حاصل کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ حضورِ والا جاہ نے اس موقع پر جو طریقہ بیعت تجویز فرمایا وہ بھی ایسا نادرہ اور نرالا ہے کہ جس کی نظیر دُنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''ایک رسہ کھڑکی سے لٹکا دیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ جس نے میرا رسہ پکڑ لیا وہ میرا مرید ہو

گیا۔'' اس حکم کے مشتہر ہوتے ہی مجمع کا عجیب عالم ہو گیا۔ ہر شخص اس رسہ کشی میں حصہ لینے کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر رہا تھا اور لوگ مرید ہو ہو کر تصدیق کے ساتھ گلے مل رہے تھے۔ مجمع اس قدر پُر جوش تھا کہ اراکین سلطنت کو حضور سے عرض کرنا پڑا کہ حضور کہیں یہ محبت کا تماشہ خونی نظارہ نہ بن جائے۔ چنانچہ اس التجا پر حضور والا نے رسہ علیحدہ کرا دیا اور اپنا روئے انور کھڑکی سے نکال یہ حکم دیا کہ ''جس نے مجھے دیکھ لیا میرا مرید ہو گیا۔ صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمْ

غرض کہ اسی سلسلہ میں جبکہ حضور ترکی کے مشہور اور تاریخی مقامات کی سیر میں مصروف تھے کہ درۂ دانیال میں یہ واقعہ پیش ہوا کہ بظاہر حضور کو تشنگی معلوم ہوئی اور حسین بک نامی ایک افسر نے آپ کو ایک گلاس سرد پانی پر یہ آیۂ کریمہ پڑھ کر پیش کیا کہ ''یَا سَیِّدِیْ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان'' اس کے صلے میں سرکار کی چشمِ عنایت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ اس جنگجو افسر کی ماہیتِ قلب بدل گئی اور سرکارِ عالم نواز کی نظر کا ایسا شکار ہوا کہ دامِ محبت میں گرفتار ہو کر اور تمام تعلقات دنیاوی سے علیحدگی اختیار کر کے فقیر ہو گیا، رومی شاہ خطاب ملا۔ پھر حضور کی قدم بوسی کے لیے ترکی سے ہندوستان آیا اور چند سال کی منزلیں طے کر کے بالآخر کوہِ ابو پر جان بحق تسلیم ہو گیا۔

الغرض قسطنطنیہ میں آپ کی محبت کا ہر فرد اسیر تھا۔ کسی کو مفارقت گوارا نہ تھی۔ مگر جب آپ نے حج کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگ مجبور ہو گئے اور حضور عین ایامِ حج میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور بعد ادائے حج **بیرُ الالم (حجازِ مقدس میں تاریخی کنواں)** کے عجائبات ملاحظہ فرماتے ہوئے **سنگلدیپ (سری لنکا)** ہو کر ۱۲۵۹ ہجری یا ۱۲۶۰ھ میں لکھنو واپس ہو کر دیوہ شریف رونق افروز ہوئے۔

تیسرا سفرِ حجاز: حضور انور پیادہ منازل طے فرما کر رجب ۱۲۶۰ھ میں پھر

بمبئی پہنچے اور بذریعہ دخانی جہاز روانہ ہو کر ینبوع اُترے اور بعد زیارت مدینہ منورہ سے جماعت انصار اِن کی معیت میں یکم ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے اور بعد ادائے حج آخری ذالحجہ کو عجمی قافلہ کے ساتھ ایران تشریف لے گئے اور ایران سے تمامی یورپ، روس واطرافِ جرمنی، مصر، بیت المقدس کی سیر وسیاحت فرماتے اور ہر جگہ اپنی محبت کا ڈنکا بجاتے مدینہ منورہ اور وہاں سے خانۂ کعبہ تشریف لے گئے۔ اور بعد ادائے حج کچھ طبیعت ناساز ہو جانے کی وجہ سے و نیز مکہ والوں کے اصرار سے کچھ روز قیام فرمایا اور بعد ادائے حج کسی باطنی کشش کے زیر اثر آخر ذی الحجہ میں غیر معمولی طور پر اہل مکہ سے رخصت ہو کر محرم کی ابتدائی تاریخوں میں مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور چندے قیام فرما کر ہندوستان روانہ ہو گئے۔ اور بمبئی کے قیام کے بعد اجمیر شریف ہوتے ہوئے ۱۲۶۶ھ میں سرزمین دیوہ کو ایسا شرف بخشا کہ دنیا نے اس کی شرافت کا اقرار کر لیا۔ حتیٰ کہ حکومت کی ڈاک کی مہر میں بھی دیوہ شریف تحریر ہے اور اس طرح حضورِ والا جاہ نے سترہ حج ادا فرمائے۔

حج کی خصوصیت: یوں تو دنیا میں بہت سے لوگ ایسے نظر آئیں گے کہ جنہوں نے بجائے سترہ کے ستر حج ادا کیے ہوں مگر یہاں پر ہم کو یہ حقیقت دیکھنا ہے کہ حضورِ والا جاہ کے عنفوان شباب میں جناب احدیت میں اس جدو جہد اور ایثار کی کیا قدر و قیمت ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ ہمارے ہزاروں اور لاکھوں حجوں سے حضور کا ایک حج بدرجہا بہتر ہے اور خصوصی طور پر افضل ہے۔ کیونکہ حضور والا کا حج دنیاوی نام و نمود سے اور دنیوی خیال سے پاک ہے اور صرف عشق و محبت سے مملو ہے۔ حضور کے تمامی حج ابتغاء لوجہ اللہ ہوئے جو یقیناً اپنی جگہ پر نادرہ اور بے مثل ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اصلیت یہ ہے کہ حضور کو کعبۃ اللہ کے ساتھ ایسی گہری نسبت اور روحانی تعلق تھا جو ہر ایک کو نہیں ہو سکتا۔ حضور کو عوام کی طرح اینٹ و پتھر و چونا کا طواف

منظور نہ تھا بلکہ صاحب خانہ کی تلاش تھی اور وہ ملے۔ چنانچہ اکثر حضور مولانا کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

حج زیارت کردن خانہ بود
حج ربّ البیت مردانہ بود

(حج خانہ کعبہ کی زیارت کا نام۔ جب کہ بیت اللہ کے رب کا حج یعنی اس کی زیارت کامل مَردوں کا کام ہے۔)

حضور کے فنا اتم ہونے اور مقبول ہونے کے بابت یہ دلیل اور ثبوت کافی ہے کہ قبلۂ عالم کے حج کی من جانب اللہ شہرت ہوئی اور منادی نے چار دانگ عالم میں شہرت کا ڈنکا بجادیا اور بغیر کسی تحریک کے دنیا آپ کو حاجی کہنے لگی۔ اور یہ نادرہ عرفیت اس قدر معروف ہوئی کہ صرف حاجی صاحب کہہ دینے سے دنیا سمجھ جاتی ہے کہ دیوہ شریف کے حاجی صاحب کا تذکرہ ہے۔

ساتھ ہی اگر یہ بھی کہا جائے کہ حضور قبلۂ عالم کو شاہد حقیقی کا وصل حاصل ہوا اور حضور حقیقتِ کعبہ سے کماحقہٗ آگاہ ہوئے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ اس نسبتِ خصوصی کی اس دلیل سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ حضور والا کے حلقہ بگوش بھی کثرت سے حج بیت اللہ سے فائض ہوئے اور ہوتے ہیں۔ بیشتر نے پیادہ پا دور دراز کی مسافت طے کی اور راستوں کی صعوبتیں برضا و رغبت گوارا کیں۔ بعض نے متواتر حج کیے۔ اکثر وطن چھوڑ کر سرزمین حجاز میں قیام پذیر ہوگئے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو جماعت حلقہ بگوشاں وارثی میں اپنی تعداد کے لحاظ سے حاجی زیادہ ہیں۔ اور یہ سب شرف صرف اسی نسبتِ خصوصی کے باعث ہے کہ ہمارے رہنمائے کامل پر حقیقتِ کعبہ منکشف ہے۔

لباس: اس جگہ اس کی وضاحت کی بھی بہت ضرورت ہے کہ یوں تو قبلۂ عالم کے لباس دنیاوی میں وقتاً فوقتاً مختلف طور پر والہانہ انداز سے تبدیلیاں ہوتی ہیں مگر

مستقل تبدیلی اس وقت سے شروع ہوئی کہ جس وقت حضور نے پہلے حج کے لیے احرام زیب جسم فرمایا اور پھر اس کو تبدیل نہ کیا۔ اور یہ دربارِ خداوندی کا لباس آخر وقت تک زیبِ جسم رہا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ یہ لباس دربارِ خداوندی کی سالانہ وردی ہے جو مخصوص اوقاتِ حج میں ہر اہل دنیا کے لیے ضروری ہے اور مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مگر حضور والا کو دربارِ خداوندی میں کیا مرتبہ حاصل تھا اور جس کا پتہ اس خصوصیت سے چلتا ہے کہ حضور والا نے اس دربارِ خداوندی کی وردی میں محبت کے رنگ کا اضافہ فرما کر عشق و حسن کی آبداری پر جلا فرمادی اور یہ رنگین احرام بجائے اہلِ دنیا کے عاشقانِ صادق کے لیے خصوصی ہو گیا۔ چنانچہ حضور والا جاہ نے پیلے شوخ رنگ کو زیادہ پسند فرمایا ہے جو عشق کا خصوصی رنگ ہے اور تمامی اہل اللہ نے بھی اس رنگ کو پسند فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ حدیث شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی پیلے رنگ کے احرام میں ہوگا۔ حضور والا کا یہ لباس (یعنی) رنگین احرام عموماً سوتی کپڑے کا اور عرض و طول میں ڈیڑھ گز سے چھ گز ہوتا تھا اور اب بھی اس خوش نصیب کو جس پر اس وارثِ عالم نواز کی نوازش ہو جاتی ہے تو یہ لباس فاخرہ عنایت فرما کر نواز دیا جاتا ہے۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمْ

سیاحت ہندوستان: حضور وارث پاک جب ۱۲۶۶ھ میں سفر حجاز سے واپس ہو کر دیوہ شریف رونق افروز ہوئے تو بعد چندے پھر کسی دور دراز سفر کے لیے آمادہ ہوئے مگر ارادت مندانِ خصوصی نے بہ ہزار منت و سماجت حضور کو مجبور کیا اور وعدہ لیا کہ آئندہ ہندوستان سے باہر سیاحت کے لیے تشریف نہ لے جائیں۔ اس لیے سرکار والا جاہ کی سیاحت اندرُون ہندوستان محدود ہو گئی اور ممالک مغربی اور مشرقی کو ہی کافی سمجھا اور سلسلۂ مسافرت جاری رہا۔ چنانچہ اکثر حضور نے فرمایا کہ ''ہم مسافر ہیں۔''

عالم شباب اور سیرت شریف : یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضور کی عمر شریف (۲۸) اٹھائیس سال کی ہو چکی تھی اور سیاحت بھی صرف اندرون ہندوستان تک محدود ہو چکی تھی۔ قبلۂ عالم صورتاً وسیرتاً ایک مجسمہ حسن وعشق نظر آتے تھے اور خصوصی طور پر وہ تمام اوصاف خصوصیہ ونادرہ جو قبلۂ عالم کے مورثان اعلیٰ (یعنی) پنجتنؑ پاک کا حصہ خصوصی تھے آپ کی سیرت شریف میں نمایاں طور پر بے نقاب نظر آتے تھے۔ دورانِ سیاحت آپ کو اس کا خاص لحاظ رہتا تھا کہ مہمان داری کسی کو بار ہو اس لیے ابتداء میں ایک خادم اور بعد میں دو رہنے لگے مگر خادمان کو یہ خاص ہدایت تھی کہ میزبان کو کسی کی فرمائش کا اشارہ بھی نہ ہونے پائے۔ آپ ہمیشہ پیادہ پا سفر فرماتے تھے اس لیے میزبان کو سواری کے انتظام کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

وضعداری : پابندیٔ وضع میں اس قدر انہماک تھا کہ اگر اتفاقیہ ایک مرتبہ بھی آپ سے کوئی فعل سرزد ہو گیا تو بلحاظ وضع ہمیشہ اس کا خیال رکھا۔ حتیٰ کہ روزمرہ کی معمولی باتوں میں ایسی مستقل پابندی کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے نہانے دھونے غرض کہ ہر مشغلہ میں پابندیٔ اوقات ملحوظ خاطر تھی۔ غیر ضروری یا خلاف آدابِ فقرا امور سے سخت احتیاط کی اور ان کا ترک قطعی داخل وضع تھا۔ مثلاً چار زانو بیٹھنا آپ نے کسی خاص ضرورت کے وقت بھی جائز نہ رکھا۔ پلنگ، تخت، مونڈھا، کرسی، قطعی مقطوعات میں تھا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے گھر تشریف لے گئے اور پلنگ پر نظر پڑ گئی تو واپس آ گئے اور اس گھر میں جانا ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔ علیٰ ہذا مچھلی کبھی استعمال نہ فرمائی بلکہ آپ کے باورچی خانہ میں کبھی نہ پکتی تھی۔ استعمال لباس کا طریقہ یہ تھا کہ نصف حصہ سے ستر پوشی اور دوسرا حصہ بطور چادر زیب دوش، جس سے فرقِ انور (سرِ اقدس) کھلا رہتا تھا۔ صرف نماز کے لیے یا کھانے کے وقت گوشۂ احرام یا دوسری چادر سرِ اقدس پر اوڑھی جاتی تھی۔ سردی کی احتیاط یا دھوپ

سے حفاظت کے لیے احرام یا کسی دوسرے کپڑے سے سر نہ ڈھانکا۔ کبھی کسی خاص سبب سے ایسا بھی ہوا ہے کہ اسی طول وعرض کا احرام دو حصوں منقسم ہوا ہے جس میں ایک حصہ کو حضور انور نے تہبند بنایا اور دوسرا ٹکڑا بطور چادر استعمال فرمایا اور یہی طریقہ اس خوش نصیب کے لیے ضروری ہو جاتا ہے جس کو ازراہِ نوازش یہ احرام عطا فرما کر فقیر بنایا جاتا ہے اور وارثی فقیر کہلاتا ہے۔

رنگِ لباس بھی گہرا زرد یا زردی مائل جس میں بادامی بھی شامل ہے زیادہ پسند تھا اور سفید وسیاہ وسرخ کسی وجہ سے مرغوب خاطر نہ تھے بلکہ اس قدر ممنوع کہ قطعاً متروک سمجھے جاتے تھے۔ برخلاف ان کے صرف زرد رنگ ہی زیادہ مرغوب خاطر تھا۔

بستر مبارک: آپ کو بسترِ خواب کے لیے کمبل زیادہ پسند تھا۔ اس لیے زمین پر کمبل بچھا کر آرام فرماتے تھے اور اس طرح کہ داہنے ہاتھ کو خم دے کر بجائے تکیہ سر کے نیچے رکھ لیتے تھے اس لیے تکیہ بھی متروکات قطعی ہو گیا اور ہمیشہ خلاف وضع سمجھا گیا۔

مکان: آپ نے کبھی مکان نہیں بنایا بلکہ اپنی تمام زمینداری اور آبائی مکان بہ عمر چودہ سال اس طرح چھوڑا کہ پھر خیال بھی نہ کیا۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ ''فقیر کا کوئی مکان نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔''

تجرید: آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی اور رسول کریم و التسلیم کے اس فرمان کی کہ "اَلَّذِیۡ لَآ اَھۡلُ لَہٗ وَلَا وَلَدَ" (ترجمہ: وہ ذات جس کا کوئی اہل و عیال نہیں) تعمیل کی اور مجرد رہے۔

تسلیم ورضا: چونکہ یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور قبلۂ عالم اہلبیت اطہارؓ کی خصوصی یادگار اور حقیقی ورثہ دار ہیں اور اسی وجہ سے حضور کو مرتبہ تسلیم و رضا سے خاص نسبت تھی اور صفت جلیلہ جو مخصوص طور پر آپ کے جدِ نامدار کا حصہ تھا آپ کو وراثتاً حاصل تھی۔ چنانچہ اکثر حضور نے نہایت پر جوش لہجہ میں فرمایا کہ ''تسلیم و رضا

بی بی فاطمہؓ نے اپنے بابا جان سے پایا اور حسنین علیہما السلام کے ذریعہ جس کا حصہ ہے وہ اس کو ملتا ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''ہمارا مشرب عشق ہے'' جس میں انتظام حرام اور رضائے شاہد حقیقی کے سامنے سرخم کرنا فرض عین ہے۔'' اور اس طرح بھی ارشاد ہوا کہ ''تسلیم و رضا کا مسلک اور ہے اور مشائخین کا طریقہ اور ہے۔'' چنانچہ اس مخصوص صفت سے آپ کی زمانہ واقف ہوگیا کہ تمام عمر آپ کی زبان سے حرفِ شکایت نہ نکلا۔ نہ گرمی کی شکایت۔ نہ سردی کا غم۔ نہ بیماری کا ذکر نہ صحت کی خواہش۔ بلکہ اقتضائے تسلیم یہ تھا کہ منشائے الٰہی سے اختلاف کا اشارہ بھی نہ ہوا۔ حتیٰ کہ دعا اور بد دعا تک سے احتراز فرمایا اور فرمایا کہ ''فقیر نہ دوست کے واسطے دعا کرتا ہے نہ بد دعا کیونکہ دوست دشمن کا پردہ ہے۔'' اسی طرح گنڈے تعویذ سے احتراز فرمایا اور اپنے خرقہ پوشوں کو ہدایت فرمائی کہ ''فقیر کو چاہیے کہ نہ گنڈا کرے نہ تعویذ'' اسی طرح سوال کرنا بھی قطعاً ممنوع۔ چنانچہ اپنے خرقہ پوشوں سے فرمایا کہ ''مر جانا مگر سوال نہ کرنا''۔ حضور قبلۂ عالم نے کبھی پانی بھی طلب نہ کیا اگر کبھی پیاس معلوم ہوئی تو خدامِ خاص سے ارشاد فرماتے کہ ''پانی پی لوں'' اگر دے دیا گیا تو پی لیا ورنہ خاموش ہو گئے۔

توکل و استغناء: بھی حضور کا خصوصی جوہر تھا۔ حضور اوائلِ عمر سے تا نفسِ آخر اسبابِ ضروری اور سامانِ لازمی سے دست بردار رہے۔ ہر امر میں خدا پر بھروسہ اور ہر حالت میں خدا پر تکیہ جو توکل کامل کی حقیقی تعریف ہے اور خرقہ پوشوں کو بھی بایں الفاظ تاکیداً تعلیم دی کہ ''اہل تصدیق کسب نہیں کرتے'' اور یوں بھی ارشاد فرمایا کہ ''کسب پر بھروسہ رہے گا تو تصدیق محال ہے'' اور کمال استغنا یہ تھا کہ کسی چیز میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز نہ کی۔ سونے اور مٹی کو یکساں جانا، سرکار عالم پناہ کو روپیہ اور اشرفی وغیرہ و نیز جملہ سکہ جات سے سخت تنفّر (نفرت) تھا یہاں تک کہ دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔

حاجت روائی اس قدر محبوب تھی کہ اکثر ایسا ہوا ہے جو حضور والا نے اپنا لباس اور اوڑھنا بچھونا تک سائل کو دے دیا اور جسمِ اقدس پر صرف لنگوٹی باقی رہ گئی۔

شمائل شریف : حضور وارث پاک کے شمائل شریف کا تذکرہ اور اس کی تعریف میرے خیال میں انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ حضور کے جسم کا ہر حصہ اپنی جگہ پر حسن مجسم تھا کیونکہ جس شخص کی جس عضو پر نظر پڑی دیکھ نہ سکا اور مکیف (مسرور) ہو گیا۔حتیٰ کہ کوئی زلفوں کا دیوانہ تو کوئی آنکھوں کا مستانہ،کوئی ابرو کا شکار تو کوئی نظر کا بیمار،کسی نے رُوئے انور پر نظر پڑتے ہی دل کھو دیا اور کسی نے تو عالم بیخودی میں یوں کہہ دیا کہ ؎

یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہو حقیقت منکشف
روئے وارث میں خدائے حسن کی تصویر دیکھ
(محبوبؔ)

سرکار والا جاہ کتنے ہی مجمع میں کھڑے ہوتے کتنا ہی قد آور شخص ساتھ ہوتا مگر حضور کا سر مبارک سب سے اونچا نظر آتا تھا۔ہر اعضا حسن کی بے نظیر تصویر اور نور کے سانچے میں ڈھالا ہو۔غرض کہ امکانِ تعریف سے ناممکن اور اگر کسی نے جسارت بھی کی تو اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کہ ؎

حسین دیکھے جمیل دیکھے ولیک تم سا تمہیں کو دیکھا

پائے مبارک کی یہ صفت تو عام طور پر بہت مشہور ہے کہ قبلہ عالم باوجودیکہ پیادہ پا چلنے کے عادی تھے مگر حضور کے پائے مبارک گرد آلود نہ ہوتے اور نہ کیچڑ پانی سے میلے ہوتے۔حتیٰ کہ سفید فرش پر دھبہ نہ آتا تھا اگر امتحاناً لوگوں نے زمین کو پانی سے تر کر دیا اور نشست کی جگہ پر سفید فرش بچھایا گیا اور حضور والا پانی سے گزر کر فرش پر تشریف لے گئے مگر فرش پر مطلق دھبہ نہ آیا۔علاوہ بریں سرکار کے پائے مبارک میں ایک اور حیرت انگیز صفت دیکھی گئی کہ جس طرح عام طور پر ہر ایک پیر

کے تلوے کا چمڑا تمام جسم کی کھال سے دبیز اور ایڑی سخت ہوتی ہے مگر حضورِ والا جاہ کے پیر کے تلوے ماں کی گود میں رہنے والے بچہ کے تلوے سے بھی زیادہ نرم اور گداز تھے۔

صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ

خوشبوئے دلآویز: حضور کی یہ خصوصیت بھی ایسی خاص اور نادرہ ہے کہ حضور کے جسم اطہر سے ایسی دلآویز خوشبو آتی تھی کہ علاوہ ارادت مندان کے غیر مریدین و نیز ہر وہ خوش نصیب انسان جس کو حضورِ والا کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا ہے بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکا۔ جس کی شہادت میں ہزاروں ہر ملت و مذہب کے لوگوں کی شہادتیں سینکڑوں مختلف کتابوں میں درج ہیں۔ گو یہ کوئی خاص تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ عنایت ایزدی سے جو صفاتِ محمدیہ کا مظہرِ اتم ہو تو اگر وہ اپنے جدِّ اعلیٰ کی اس صفت سے بھی موصوف ہو تو کوئی مقام حیرت نہیں ہے بلکہ اس دلبندِ مصطفوی کا نسبی شرف اور وہبی اختصاص اسی کا مقتضی ہے کہ اس کی امتیازی شان کا خَلق میں اظہار ہو۔ اور اس کے جسم اطہر و معطر سے سیادت کی مشک بیز خوشبو آئے۔ اور اس نادر اور عدیم النظیر خوشبو سے یار و اغیار سب کے سب متاثر ہوں۔ چنانچہ جس خوش نصیب کا دماغ ایک مرتبہ بھی حضور کے جسمِ اقدس کی اس بھینی بھینی دل آویز اور مخصوص خوشبو (جس کو کسی دوسری خوشبو سے نہ تو تمثیل دی جاسکتی ہے اور نہ ایسے الفاظ ممکن ہیں کہ جس کے ذریعہ اس قدرتی اور دل فریب خوشبو کی کیفیت کا اظہار ہو سکے) سے متاثر ہو گیا وہ تمام عالم کی خوشبوؤں کو اس خوشبو پر قربان کرنے کو تیار ہو جاتا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جو کپڑا حضورِ والا کے جسمِ اقدس سے مَس ہو گیا اس میں بھی وہ خوشگوار خوشبو اس طرح دخل کر لیتی تھی کہ ہر پرستار اس کپڑے کو دیکھ کر فوراً شناخت کر لیتا کہ یہ ہمارے سرکارِ عالم نواز کے جسم اطہر سے مل چکا ہے۔

اکثر عقیدت مند قیمتی کپڑوں کا احرام مختلف پھولوں کے رنگوں میں اور مختلف قیمتی سے قیمتی عطروں میں بسا کر پیش کرتے تھے مگر زیب تن ہونے کے بعد تمام خوشبوؤں پر جسم اطہر کی خوشبو اس قدر حاوی ہو جاتی تھی کہ خوشبویاتِ عطر باقی نہ رہ جاتی تھی۔ اگر ناظرین کو حضور کی اس صفتِ عالیہ کے متعلق شبہ باقی ہو تو اب بھی سالانہ عرس یا کاتک کے میلے کے موقع پر جبکہ ہر مذہب و ملت کے شیدائی ہزاروں قسم کی ہزاروں چادریں ہزاروں کی تعداد میں بازار سے خرید خرید کر لاتے ہیں اور طرح طرح کے عطروں میں بسا کر مزارِ اقدس پر چڑھاتے ہیں ان سے ناظرین اپنا اطمینان کرلیں اور تصدیق فرمالیں کیونکہ وہ تمام چادریں مزار اقدس سے مَس ہوتے ہی اپنی اصلی ماہیت سے دور ہو جاتی ہیں اور تمام چادریں اس مخصوص خوشبو سے معطر نظر آتی ہیں جو حضور انور کے جسم معطر کی انوکھی خوشبو ہے۔ "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ"

طریقہ بیعت: نرالے کی سب بات نرالی۔ سرکارِ وارث عالم نواز نے ہم عاصیوں کو نوازنے کے لیے جو طریقہ بیعت ترتیب دیا وہ بھی دنیا سے نرالا ہے اور اس قدر جامع اور وسیع المعنی ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضور والا کی توجہ دراصل رسمی بیعت کی طرف نہ تھی بلکہ ہم غلاموں کو حقیقی بیعت سے سرفراز فرمانا تھا۔ چنانچہ جو ارشادات بھی بیعت کے متعلق سرکار والا جاہ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی اصل غایت کیا ہے۔ فرمایا کہ "پیر کی محبت مرید کا دین ہے" فرمایا کہ " ہاتھ پکڑنے سے کیا ہوتا ہے دل کو پکڑو" فرمایا کہ "بے محبت خدا نہیں ملتا۔" فرمایا کہ "اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ان جملہ ارشادات کا صحیح مطلب یہ ہے کہ صرف ہاتھ پکڑنا کافی نہیں بلکہ شرطِ اوّل محبت ہے۔ حضور نے جس خوش نصیب کی بیعت اپنے دست حق پرست پر لی۔ اس سے بایں الفاظ اقرار کرانا کافی سمجھا کہ "میں ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا پنجتنؓ پاک کا خدا اور رسول

کا۔'' بظاہر تو یہ مختصر الفاظ دیگر سلسلہ جات سے یکسر مختلف و مختصر اور نرالے ہیں مگر اگر تھوڑا غور کیا جائے تو سمندر کوزہ میں نظر آتا ہے۔

چونکہ حضور وارث عالم نواز کا مشرب عشق تھا اور سلسلہ عشق حضراتِ پنجتنؑ پاک سے شروع ہو کر پنجتنؑ پاک ہی پر ختم ہوتا ہے اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو بے جان نہ ہو گا کہ حضور نے اپنے خاص بزرگوں کی اطاعت کا اقرار لیا اور اپنے ہر غلام کو پنجتن پاک کی حمایت میں دے دیا اور یہی وجہ ہے کہ ہر غلام کو محبت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

غائبانہ بیعت: چونکہ حضور کی بیعت کا حقیقی ماحصل صرف محبت ہے اس لیے ہزاروں غلاموں کو غائبانہ بیعت سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے بذریعہ خط حلقہ بگوشی کے لیے استدعا کی تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ''لکھ دو اگر محبت ہے تو مرید ہیں'' اور بعض نے عالم رویا میں بیعت حاصل کی تو حضور نے اس بیعت کو قائم رکھا۔ اکثر اس کرم فرمائے عالم نے استدعا کرنے پر مرحومین و نیز آئندہ پیدا ہونے والوں کو بھی داخل فرما کر نوازش فرمائی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا مدار شاہ وارثی متوطن مضافات ''گیا'' نے عرض کی کہ میرے خاندان میں ایک بی بی کچھ اسباب کی وجہ سے حاضری سے مجبور ہیں مگر بیعت کی از حد تمنا ہے سرکار نے فرمایا کہ ''وہیں رہیں ہم نے مرید کر لیا۔'' موصوف نے جو یہ عنایت دیکھی تو ملتجی ہوئے کہ میرے لڑکوں کو بھی مرید کر لیا جائے۔ ارشاد ہوا کہ ''اچھا سب کو مرید کر لیا۔'' جب یہ دریائے فیض کا جوش دیکھا تو موصوف نے عرض کیا کہ حضور میرے بزرگان ماسبق کو بھی مرید کر لیا جائے۔ حضور نے متبسم لبوں سے فرمایا کہ ''اچھا سب کو مرید کر لیا''۔

علیٰ ہذا ایک مرتبہ قاضی منیر عالم صاحب مختار دربھنگہ نے عرض کیا کہ مجھ کو تو

شرف بخشا ہے مگر میرے آباؤ اجداد اس نعمت سے محروم ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ’’ان کو بھی مثل اپنے ہمارا مرید سمجھو‘‘۔قاضی صاحب نے جو یہ شفقت دیکھی تو عرض کیا کہ میرے خاندان میں جو آئندہ پیدا ہوں وہ بھی ظلِ حمایت وارثی میں آجائیں۔ارشاد ہوا کہ ’’منیر عالم محبت سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔‘‘ اور ایسا بھی ہوا کہ بر بنائے واقعات یہ ظاہر فرمایا کہ حضور اپنے مریدوں کو ’’روزِ الست‘‘ سے پہچانتے ہیں اور اسی روز سے اپنے مریدوں کی تربیت فرما رہے تھے کہ جب وہ صاہون میں تھے۔

ایک مرتبہ ایام کاتک میں چند عقیدت مند حضورِ والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حصولِ شرفِ بیعت کی استدعا کی۔حضور نے تین یا چار ارادت مندوں کو داخل سلسلہ فرمایا لیکن ایک طالب کا ہاتھ پکڑا تو فوراً چھوڑ دیا اور مسکرا کر فرمایا کہ ’’اب بیعت کی کیا ضرورت ہے تم کو تو ازل ہی سے محبت ہے۔‘‘

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضورِ والا جب بانکی پور تشریف لے گئے اور وہاں کے معزز حضرات حلقہ بگوش ہوئے تو مولوی محمد احسن صاحب بھی جو معمر اور نہایت مقتدر شخص تھے اور برابر بکمالِ شوقِ ارادت حاضرِ خدمت ہوتے رہتے تھے مگر سرکار نے ان کو مرید نہیں فرمایا۔بالآخر مولوی عبد الکریم صاحب نے سفارش کی تو ارشاد ہوا کہ ’’بیعت کی کیا ضرورت ہے ان کو تو ازل سے ارادت و محبت ہے اور اگر یہی خوشی ہے تو آؤ ہاتھ پکڑ لو۔ بہر صورت اس آخر اور نادر سلسلہ وارثیہ میں اصل چیز محبت ہے اگر محبت ہے تو مرید ہے اور اگر محبت نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے۔

شجرہ کی رسم: چونکہ حضورِ انور کو بغیر کسی پیرِ طریقت کے واسطہ کے ہی تمامی فیوض براہِ راست پنجتن پاکؑ (یعنی) بارگاہِ مصطفوی و مرتضوی سے حاصل تھے اسی وجہ سے حضور نے رواجِ زمانہ کے مطابق کسی سلسلۂ پیرانِ طریقت کا طریقہ نہ تو بیعت میں جاری فرمایا اور نہ رسم شجرہ کی ضرورت سمجھی۔جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں اکثر شجرہ

بوقتِ بیعت پڑھایا جاتا ہے یا اکثر شجرہ کی مداومت (ہمیشہ کرنا، تسلسل سے کرنا، ثبات) کا حکم ہوتا ہے۔ چونکہ حضور والا صرف پنجتنی اور وارثِ ارثِ مرتضوی تھے اس لیے حضور نے اقرارِ بیعت میں جن منبع فیض وعطا کے اسمائے گرامی تعلیم فرمائے بس یہی شجرہ تھا۔

حضور والا جاہ نے کبھی یہ اہتمام نہیں فرمایا کہ کسی حلقہ بگوش کو مرید کرتے وقت شجرہ عنایت فرماتے یا شجرہ ورد کرنے کا حکم دیتے۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ ''شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے یہاں دل کے شجرہ سے کام ہے۔'' فی زمانہ جو اکثر فقرائے وارثی شجرہ تقسیم کر دیا کرتے ہیں تو صرف اس کی اتنی اصلیت ہے کہ قبلۂ عالم کو صغیر سنی میں بظاہر خصوصی طور پر سلسلۂ قادریہ حشتیہ سے تعلق ہوا تھا۔ صرف اسی لیے ۱۲۵۲ھ میں خادمِ خاص رحیم شاہ وارثی نے شیخ بوعلی صاحب تعلقہ دار سے جو حضرت خادم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے شجرۂ قادریہ وچشتیہ لاکر سرکار والا جاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو حضور کا نام بھی اس میں لکھ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ''لکھ دو''۔ پس وہ شجرہ بیاض میں نقل ہوا اور منشی محمد بخش صاحب شائق دریاوی نے شجرہ قادریہ نظم کیا اور سرکارِ والا جاہ جب بانکی پور تشریف لے گئے تو دیگر تحفوں کے ساتھ یہ شجرہ بھی پیش ہوا جس کو چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہوا تھا۔ حضور نے جس طرح دوسرے تحفے حاضرین میں تقسیم فرمائے اسی طرح یہ شجرے بھی کسی کو دس اور کسی کو بیس دلوا کر بقیہ کی نسبت مولوی عبدالکریم صاحب متوطن شیخ پورہ سے فرمایا کہ ''یہ تم لے جاؤ'' اس واقعہ کے گواہ غالباً اب بھی موجود ہوں۔ بعدہٗ اس قسم کے شجرے مختلف عنوان سے نظم بھی ہوئے اور چھپوائے بھی گئے اور خدام اکثر تقسیم بھی کر دیتے تھے۔ مگر اس کو ملتا تھا جو طلب کرتا تھا۔ خصوصی انتظام نہ کبھی تھا اور نہ اب ہے کہ جو مرید ہوا اس کو شجرہ ضرور دیا جائے۔

رُشد و ہدایات: چونکہ حضور قبلۂ عالم کو جو قوی خصوصیت اور ممتاز نسبت

حضرات پنجتنؑ سے ہے وہ دیگر صوفیائے کرام میں نہیں پائی جاتی اسی لیے قبلۂ عالم نے رشد وہدایات وذکر واشغال کا مریدین میں جونمونہ پیش کیا وہ بھی اپنی جگہ پر نادر اور عدیم المثال ہے۔ حضور وارث پاک نے اگر کسی کو اس کے ظرف کے مطابق ہدایت فرمائی تو کسی کو اپنی عالی ظرفی سے ظرف کو وسعت عطا فرما کر اپنی وسیع النظری کا ثبوت پیش کیا اور ساتھ ہی فیضِ عملی بھی ایسا عنایت فرمایا کہ ہر شخص کامیاب ہوا۔

چنانچہ کسی کو ادائے فرض کے ساتھ اوراد و وظائف میں مشغول رکھا۔ بعض آپ کے حکم سے دائم الصوم ہوئے۔ بعض سے متعدد حج کرائے۔ کسی کو ذکر جلی اور کسی کو خفی تعلیم فرمایا۔ کسی کو گوشہ نشین کیا۔ کسی کو سیر و سیاحت میں مصروف رکھا۔ کسی کو تارک الدنیا فقیر بنا دیا۔ کسی کو بیٹھنے کا حکم دیا تو وہ تاحیات بیٹھا ہی رہ گیا۔ کسی کو آنکھ بند کر کے تصور یار میں محویت کا حکم ہوا تو اس نے باوجود قدرت مرتے دم تک آنکھ نہ کھولی۔ کسی کو تجرید کا حکم دے دیا۔ غرض کہ یہ عہدِ وارثی اپنی نوعیت میں ایسا فرد اور ماہیت میں ایسا یگانہ ہوا کہ جس کی عظمت وجلالت کا دنیا کے ہر گوشہ میں نقارہ بج گیا اور دنیا نے تسلیم کر لیا کہ حضورِ والا جاہ کی ہستی صحیح طور پر وارثِ ارثِ مصطفوی و مرتضوی ہے اور بالدلیل نادر الوجود ہستی ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ

احکاماتِ عامہ: وہ ہیں جو مرید کے لیے یکساں طور پر جاری ہوئے اور وہ بھی اس قدر جامع ہیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ فرمایا کہ ''محبت کرو'' اور ''کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔'' ان دونوں ہدایات کا مضمون جس قدر صاف اور مختصر ہے اسی قدر زیادہ بالمعنی، مفید اور کارآمد ہے۔ پہلی ہدایت کہ ''محبت کرو'' ایسی ہدایت ہے کہ جس کے بغیر نہ دنیا کی تکمیل ہوسکتی ہے اور نہ عقبیٰ کی۔ درحقیقت صرف محبت ہی ایسی نسبت ہے جو انسان کو صحیح طور پر تابعداری کی تعلیم دیتی ہے اور مالک اور بندے کی تمیز پیدا کرتی

ہے۔ اور یہی نسبت ادنیٰ کو اعلیٰ اور قطرہ کو دریا بنا دیتی ہے۔ محبت ہی باعثِ تخلیقِ عالم ہوئی اور یہی علتِ غائی سبب وجودِ آدم ہوئی۔ پس اس سے قوی تر ذریعہ موصل الی اللہ نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسری ہدایت بھی جو محبت کی خصوصی شان ہے اور وہ یہ کہ ''کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ'' یعنی، راضی برضا رہو اور بھروسہ کامل رکھو۔ یہ توکل باللہ کی تعلیم ہے اور پھر خوبی یہ ہے کہ توفیق کے ساتھ۔ اس کی بھی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

احکاماتِ خصوصیہ: وہ احکامات ہیں جو کسی خاص فرد کے لیے صادر ہوئے اور خصوصیت اول احکامات کی یہ ہے کہ جس کو وہ حکم دیا گیا معاً حکم کے ساتھ ماہیت قلب بدل گئی اور حکم مکمل ہو گیا کیونکہ بظاہر وہ احکامات اس قدر اہم ہوتے تھے کہ اس کی تعمیل تو درکنار اس کا سمجھنا بھی ادراک انسانی سے باہر تھا۔ بڑے بڑے عاقل و دانا عالم و فاضل اپنی عقل اور علم سے بے گانہ ہو کر دیوانے جیسے نظر آتے تھے۔

چنانچہ ملا رضی الدین بغدادی، اتفاقیہ کسی تقریب میں ہندوستان آئے تھے سرکار عالم پناہ کا جو نام نامی سنا تو پہلے تو معترض رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد خوبیٔ قسمت سے حضوری نصیب ہوگئی تو ایک نظر میں دنیا بدل گئی۔ لباسِ عالمانہ جسم سے اتر گیا اور فقیر ہو گئے۔ بغدادی شاہ خطاب ملا اور ظاہری مشغلہ کے لیے یہ حکم دیا گیا کہ بازار میں پرانے جوتوں کی مرمت کیا کرو۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ چار پیسے سے زائد کی مزدوری نہ کرنا اور اس میں سے بھی دو پیسے خیرات کر دیا کرنا۔ چنانچہ موصوف نے زندگی بھر یہی کیا اور کبھی اپنے علم کا نام بھی نہ لیا اور نہ زبان پر لائے۔

علیٰ ہذا مولوی ہدایت اللہ صاحب وارثی محدث سورتی جو مختلف علوم کے عالم تھے بلکہ ہفت زبان مشہور تھے جب حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو سب علم باطل ہو گئے اور زبانِ حال پر یہ جاری تھا کہ ؎

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے اُسے صاف دل سے بھلا دیا

اسی طرح مولوی عبدالکریم صاحب وارثی متوطن شیخ پورہ ضلع مونگیر (جو علامۂ وقت تھے) کو حضور والا نے جو محبت کی تعلیم دی تو ممدوح عالم سہو میں ایسے مستغرق ہوئے کہ بغدادی قاعدہ پڑھانے کی بھی صلاحیت نہ رہی اور گوشہ نشین ہو گئے۔

اکثر علمائے ہنود جو وید اور شاستر میں یگانہ اور اپنے مذہب میں مذہب کے پیشواؤں میں تھے۔ مثلاً پنڈت رام اوتار شاستری جو سنسکرت کے زبردست عالم تھے اور دھیان و گیان میں پختہ تھے۔ خوش قسمتی سے حاضر خدمت ہو گئے۔ نہ معلوم کیا دیکھا کیا سمجھا، جو نہ بتا سکے اور نہ سمجھا سکے اور فقیر ہو گئے۔ پنڈت فضلِ رسول شاہ خطاب پایا۔ اسی طرح ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب وارثی رئیس اعظم ملاوئی ضلع مین پوری جن کی شان و شوکت و امیرانہ زندگی کے متعلق ان کی عالی شان کوٹھیاں اب تک ان کی ریاست میں یادگار موجود ہیں، چشم زدن میں کیا سے کیا ہو گئے کہ اپنی ریاست واملاک سے یکسر دستبردار ہو گئے اور بے نیازِ عالم ہو کر صرف وارث پاک کے نیاز میں کھو گئے۔ حتیٰ کہ فقیر ہو گئے۔ وقار شاہ خطاب ملا۔

اسی طرح پنڈت کیسورائے جو ملک مالابار کے باشندے تھے اور علوم مذہبی میں کمال حاصل تھا مگر تحقیق حق کے خیال میں ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے۔ روئے انور پر نظر پڑتے ہی حقیقت آشنا ہو گئے۔ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ قومی و دنیاوی لباس سے بیزار ہو گئے۔ لباسِ فقر ملا۔ پنڈت دیندار شاہ خطاب ملا۔

ایسی ہی عجیب صورت پنڈت سیتا رام پوجاری کی ہوئی۔ موصوف بہت خوشحال اور باکمال پنڈت تھے۔ قدم بوسی کے خیال سے حاضر خدمت ہوئے۔ دوران گفتگو میں قبلۂ عالم نے فرمایا کہ "پنڈت جی برہم پہچانو" پنڈت جی نے جواب دیا کہ بھر ماتما پہچان لیا۔ ارشاد ہوا کہ پھر "ملاقات ہوگی"۔ پنڈت جی نے کہا کہ مہاراج جب تک نہیں پہچانا تھا تو در بدر تلاش میں پھرتا تھا اور جب پہچان چکا تو اب

کہا جاؤں؟ سرکار عالم نواز نے مسکرا کر خرقہ تفویض فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ''پنڈت جی گھر نہ بنانا سیاحت میں مرجانا اور سات فاقے بھی ہوں تو ہاتھ نہ پھیلانا۔'' دین محمد شاہ خطاب ملا۔

چنانچہ اسی طرح ہزاروں قسمت والے چشم زدن میں بلاتفریق مذہب وملت نوازے جاتے تھے گویا گھر کی دولت سخاوت کے ہاتھوں سے ایسی لُٹ رہی تھی کہ جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مجاہدات: غرض کہ جس ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی طرف اس وارثِ ارثِ مرتضوی نے ذرا بھی توجہ فرمادی تو اس سے ایسے ایسے مجاہدات تکمیل کراوئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔

مثلاً عظمت شاہ وارثی اور عبدالحی صاحب وارثی جگوری اور عباس شاہ وارثی وغیرہ کو تقلیلِ غذا کی ہدایت تھی اور مخدوم شاہ وارثی دریابادی اور پیرا شاہ وارثی مقیم ہردوئی ونمازی شاہ وارثی اور حاجی گھوڑے شاہ وارثی کو ترک لذّات کا حکم تھا جو بہت سادی غذا کھاتے تھے اور لذت نہیں لیتے تھے اور بعض کے واسطے ترک حیوانات کا فرمان تھا جو نمک سے یا پانی میں روٹی بھگو کر کھالیا کرتے تھے۔ بعض کو مسلسل روزہ رکھنے کا فرمان تھا۔ چنانچہ حاجی فیضو شاہ صاحب وارثی خادم خاص نے حسب الحکم چھبیس سال تک اور ابوالحسن شاہ وارثی متوطن اٹاوہ نے بارہ سال تک اور بابو کنہیالال صاحب وارثی علی گڑھ والے نے چودہ سال تک مسلسل روزے رکھے۔ اور حاجی مکی شاہ وارثی متوطن بارہ بنکی اور مسکین شاہ وارثی اور حاجی رمضان شاہ وارثی متوطن فتح پور اور بی بی سکینہ وارثیہ دختر گلاب شاہ سکنہ آگرہ تمام عمر دائم الصوم رہے اور قائم اللیل تھے اور بی بی نصیبن شاہ وارثیہ تاحیات اس کی پابند رہیں کہ دو روزہ کو صرف پانی سے افطار اور تیسرے روز بعد افطار کھانا کھاتی تھیں۔ اور حافظ احمد شاہ وارثی اکبرآبادی

نے بارہ برس نماز معکوس پڑھی اور شیخ مقصود علی وارثی پیتے پوری کو صلوٰۃ عشق کی مداومت (تسلسل سے کرنا) کا حکم تھا اور مولوی برکت اللہ صاحب وارثی پیلی بھیت کو روزانہ چوبیس ہزار چار سو چوبیس مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم تھا اور لکھنؤ میں ایک سیدانی بی بی وارثیہ تھیں ان کو کلمہ طیبہ کے ورد کا بایں شرط حکم تھا۔ ہر وقت باوضو پڑھا کرو۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اس فرمان کی تعمیل میں وہ ضعیفہ اس قدر منہمک تھیں کہ بات کرنا چھوڑ دیتی تھیں اور کھانا با اصرار ایک وقت کھاتی تھیں۔ صرف اس خیال سے کہ ورد میں نقصان نہ آجائے۔ بعض کے لیے جاندار سواری کی ممانعت تھی۔ بعض ہر سال حج کرتے تھے بعض کے لیے دن کو سونے اور رات کو جاگنے کا حکم تھا۔ چنانچہ یتیم شاہ وارثی چالیس برس تک شب بیدار رہے۔

ایک مرتبہ سرکار عالم نواز لکھنؤ میں شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر لبِ دریا تشریف رکھتے تھے کہ ایک طالبِ خدا نے حاضر ہو کر قطعِ تعلقات کی استدعا کی۔ حضور نے اپنا مستعمل لباس اس کو تفویض فرمایا اور بیدار شاہ خطاب دیا اور ذکرِ اسدی تعلیم فرمایا اور ارشاد کیا کہ رات دیدار کے لیے ہے نہ کہ خواب کے لیے تم شب کو آبادی کے باہر یہ ذکر بالجہر کیا کرو اور جب تھک جاؤ تو کلمہ طیبہ یا درود شریف کا ورد مسلسل رہے اور دن کو اگر نیند معلوم ہو تو اس طرح سونا کہ لوگوں کی آواز رفتار اور گفتگو بخوبی سنائی دے۔"

اسی طرح حاجی موسیٰ شاہ وارثی تادم واپسیں کھڑے نہیں ہوئے کیونکہ ان کو بوقت تہبند پوشی قناعت کی بایں الفاظ ہدایت ہوئی تھی کہ "فقیر کو چاہیے کہ خدا کی کفالت پر بھروسہ کرے اور صبر سے بیٹھا رہے۔" اسی طرح ایک چمن بی صاحبہ کو جب تہبند مرحمت ہوا تو فرمایا کہ "خدا رازق ہے ٹانگ توڑ کر اس کے بھروسہ پر بیٹھو" اس فرمان کی تعمیل میں وہ ثابت قدم عورت تینتیس سال تک کھڑی نہیں ہوئی اور اسی حال

میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بعض ارادت مندوں کو بستی میں آنے کی ممانعت تھی۔ جن کی زندگی ویران جنگلوں اور غیر آباد پہاڑوں پر کٹی مثلاً جنگلی شاہ وارثی پیتے پوری ایک جنگل میں عزلت گزیں تھے اور جمیل شاہ وارثی شملہ کے پہاڑ پر ایسے خطرناک مقام پر رہتے تھے جو گزرگاہِ عام نہ تھا۔ اور حافظ دوست محمد صاحب وارثی اجمیر شریف میں حافظہ جمال صاحبہ کے چلّے کے قریب پہاڑ کے ایک درّہ میں تاحیات مقیم رہے۔ ایسے مجاہدین ہندوستان میں تو بکثرت پائے گئے بلکہ ہندوستان کے باہر بھی ایسے مجاہدین کو اخوان ملت نے دیکھا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں خصوصی طور پر اختصار مدِنظر ہے اس لیے زیادہ واقعات درج نہیں کیے گئے۔ دوسری بڑی بڑی کتابوں میں کثرت سے واقعات درج ہیں۔

چنانچہ محبت شاہ وارثی پنجابی جو قدیم خرقہ پوش فقیر تھے بیان کرتے تھے کہ سیاحتِ عراق میں زیارت کے بعد حیفہ سے بیروت جارہا تھا اور اکرام علی شاہ جو مولانا فضل الرحمٰن علیہ الرحمۃ کے دست گرفتہ تھے مگر سرکار نے ان کو سیاحت کا حکم دیا تھا بغداد سے میرے ہمسفر تھے۔ ہم دونوں راستہ بھول کر ایسے مقام سے گزرے جہاں ایک قدیم مسجد تھی۔ جس کا قطبی گوشہ اُفتادہ تھا اور صحنِ مسجد میں ایک حوض شفاف پانی سے لبریز تھا۔ ہم دونوں اس کے کنارے آرام لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد میں استنجے کی ضرورت سے باہر گیا۔ ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ مسجد کے اسی گوشہ سے نہایت خوشگوار خوشبو آئی۔ میں نے اکرام شاہ سے یہ عجیب وغریب واقعہ بیان کیا اور کہا کہ چلو دریافت کریں کہ یہ کیا سبب ہے؟ چنانچہ قریب جا کر دیکھا کہ شکستہ گوشہ میں ایک غار بصورت تہہ خانہ ہے اور یہ خوشبو اسی میں سے آرہی تھی۔ جب غار کے اندر گئے تو دیکھا کہ ایک سن رسیدہ بزرگ بیٹھے ہیں اور دفعتاً مجھ کو یہ بھی نظر آیا کہ حضور وارث عالم نواز بھی تشریف فرما ہیں اس خیال سے مجھ کو کچھ محویت ہوگئی تھی پھر بھی سلام

کیا اور اشارہ پا کر بیٹھ گیا۔ بر سرِ گفتگو موصوف نے قبلۂ عالم کی خیریتِ مزاج پوچھی۔ اکرام شاہ نے ممدوح سے دریافت کیا کہ آنجناب سے سرکار کی کب سے واقفیت ہے تو ممدوح نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا کہ پیشوائے برحق کی عمر چودہ سال کی تھی جب گنہگار حلقۂ غلامی میں داخل ہوا تھا اور پھر دورانِ سفر میں شاہجہانپور سے یہاں تک ہمرکاب آیا تھا تو سرکار نے فرمایا کہ ''تم یہیں بیٹھو ہم آئیں گے۔'' میں اسی وقت سے اس غار میں منتظر بیٹھا ہوں۔

بعض ارادت مندوں کو اپنی بیماری کا علاج بلکہ تکلیف کا اظہار بھی منع تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ قبلۂ عالم، حاجی محمد اسمٰعیل صاحب وارثی رئیس بلچی ضلع پٹنہ کے مکان پر مقیم تھے کہ ایک معمر شخص مگر وجیہہ صورت، فقیرانہ لباس میں جو بظاہر ہندو اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے تھے حاضر خدمت ہوئے جن کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن ان کا انداز حاضری کہتا تھا کہ ضرور دربارِ وارثی کے حلقہ بگوش ہیں۔ حضور نے بکمال عنایت فرمایا کہ ''کنور جی کہاں سے آتے ہو؟'' انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اَن داتا امرتسر سے آرہا ہوں۔ حضور نے شیخ محمد اسمٰعیل سے فرمایا کہ ''ان کو ٹھہراؤ اور کھانے کا انتظام کردو۔'' شب کو معلوم ہوا کہ کنور جی بیمار ہوگئے۔ حکیم محمد یعقوب بیگ وارثی جو حضور کے ہمراہ تھے فوراً گئے اور نبض دیکھ کر حال دریافت کیا مگر کنور جی نے نہایت اطمینان سے کہا کہ گرو کی دَیا سے اچھا ہوں۔ لیکن آثار وقرائن سے صاف ظاہر تھا کہ انتہائی تکلیف ہے کیونکہ بار بار چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔ حکیم صاحب نے دوا کھلانا چاہی مگر انہوں نے دوا کھانے سے بھی انکار کردیا اور کہا کہ حکیم صاحب مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیجئے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہے البتہ گرو کی کرپا درکار ہے۔ صبح کو حکیم صاحب نے سرکار سے تذکرہ کیا تو سرکار نے فرمایا کہ ''یعقوب وہ کبھی اپنی تکلیف بیان نہ کریں گے اور نہ کوئی دوا کھائیں گے۔ یہ راجہ کے بیٹے ہیں جب ہم پنجاب گئے اس وقت سے گھر بار چھوڑ

کر فقیر ہو گئے۔ یہ بغیر ضرورت بستی میں نہیں جاتے اور رنج و راحت یکساں سمجھتے ہیں''
اور دوسرے روز سرکار والا جاہ نے اپنا مستعمل لباس مرحمت فرما کر رخصت کیا۔

مجاہدات اہم تر خلاف فطرتِ انسانی جس کی نظیر دنیا نہیں پیش کر سکتی

جو بظاہر امر محال نظر آتے ہیں مگر اس وارثِ ارثِ مصطفوی کی ادنیٰ توجہ اور اشارہ نے ان کو آسان تر بنا دیا۔ جیسا کہ بدنام شاہ وارثی متوطن موضع کھیولی آضلع بارہ بنکی کا واقعہ ہے کہ موصوف خادمِ خاص کے عہدہ پر مامور تھے لیکن گوشہ نشینی کا حکم ہوا تو قبلۂ عالم نے ان سے یہ وعدہ فرمایا کہ ''جب ہم دیوہ شریف آئیں گے تو تم سے ضرور ملیں گے۔ مگر کوئی کیسی ہی ضرورت ہو تم دروازہ نہ کھولنا۔ جب ہم آئیں اس روز دروازہ کھولنا۔ جو سامان بہم پہنچ جاتا وہ آپ کی دعوت میں بھی صرف کرتے اور جس قدر باقی رہا اسی میں اس وقت تک بسر اوقات کی تاوقتیکہ چار ماہ کے بعد سرکار دوبارہ نہ تشریف لائے۔ اکثر یہ ہوا ہے کہ سامان کم بچا تو اس قانع نے مٹی کھا کر دن گزار دیئے اور سولہ سال اس مجاہدہ میں گزار کر کامیاب جاں بحق تسلیم ہوا۔

بعض تمام عمر خاموش رہے۔ ایک مرتبہ سفر حجاز میں ایک بڑے مولوی صاحب سے ملاقات ہوگئی جو اپنی قابلیت کے جوش میں اکثر علمائے متقدمین پر اعتراض کرتے تھے کہ فلاں عالم ضعیف الرائے تھا جس نے اس مسئلہ میں غلطی کی اور فلاں عالم کا حافظہ درست نہ تھا جس سے اس فتوے میں لغزش ہوئی۔ اتفاق سے ایک روز مولوی صاحب نے دورانِ گفتگو میں یہ کہا کہ الحمد اللہ میں بہرے ہونے کی وجہ سے کسی کی غیبت نہیں سنتا۔ سرکار نے فرمایا کہ ''مولوی صاحب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ کسی کی غیبت نہیں سنتے اسی طرح کسی کی غیبت کیا بھی نہ کیجئے اور خاموش رہا کیجئے اور بجائے باتیں کرنے کے درود شریف پڑھا کیجئے۔ یہ سن کر مولوی صاحب مکیف ہو گئے اور اسی وقت سے اسی طرح چپ ہوئے کہ کسی کو ضرورت کے

واسطے اشارہ بھی نہ کرتے اور تمام عمر اسی طرح گزار دی۔

اسی طرح لکھنو میں ایک احرام پوش فقیر سرکار کے حکم سے خاموش رہتے تھے اور ۱۸۵۷ء کے غدر میں ان کو مخبر سمجھ کر باغیوں نے پکڑ لیا جو بات دریافت کی گئی اس کا جواب نہ دیا حتیٰ کہ سنگین کی نوک سے زخمی کیا۔ مگر انہوں نے جان دے دی۔ مگر پیشوائے برحق نے جو مہر خاموشی لگادی تھی اس کو نہ توڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبر زیارت گاہ خاص و عام ہوگئی۔

ایک مرتبہ قبلۂ عالم نے علی گڑھ کے قیام میں ایک معمر شخص کو جو نواح دہلی کے باشندے تھے اور صاحبِ کیف بزرگ تھے لباس فقر عنایت فرمایا اور ذاکر اللہ شاہ کا خطاب دیا اور ارشاد فرمایا کہ کسی سے بات نہ کرو اور نہ کسی کی بات سنو اور ہمیشہ شمار انفاس میں مشغول رہو اسی وقت سے وہ چپ شاہ ہوگئے۔

اکثر کو خاموشی کا حکم ایسے پر اسرار الفاظ میں صادر ہوا کہ جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل عاجز ہے۔ جیسے عبدالرزاق شاہ وارثی جو موضع کھیولی ضلع بارہ بنکی کے رئیس تھے مگر ان کا قیام اکثر باڑہ ضلع پٹنہ میں زیادہ تھا۔ ان کو سرکار عالم پناہ نے خاموشی کا حکم دیا۔ موصوف ضرورت کے وقت لکھ کر اشارہ سے کام لیتے تھے مگر ان کی یہ مجبوری دیکھ کر احباب کو انتہائی افسوس ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب قبلۂ عالم پھر بانکی پورہ تشریف لائے تو وہاں کے مخصوص لوگوں نے متفق ہو کر عبدالرزاق شاہ کی تکلیف کا اظہار کیا اور ملتجی ہوئے کہ صرف ضرورت کے وقت بات چیت کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ سرکار نے تھوڑے تامل کے بعد عبدالرزاق شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''کیا تم کو تکلیف ہوتی ہے؟'' موصوف نے سر جھکا لیا یہ دیکھ کر حضور والا نے فرمایا کہ ''عبدالرزاق اب تمہارا بولنا وضع داری کے خلاف ہے بلکہ اشارہ بھی نہ کیا کرو اور لکھنا بھی چھوڑ دو۔''

ادھر تو یہ حکم سن کر عبدالرزاق شاہ ساکت ہو گئے اُدھر شانِ محبوبیت کے جوش میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالرزاق شاہ اس تھوڑی سی زندگی کو یوں ہی کاٹ دو وضع داری اسی میں ہے کہ اب مرتے وقت بھی کوئی کلمہ نہ نکلے اور قبر میں نکیرین سوال کریں تو ان کو بھی جواب نہ دینا بلکہ حشر میں خدا کے سامنے بھی خاموش رہنا۔ حضور والا کا یہ حکم کچھ ایسی ادا اور ایسے انداز سے صادر ہوا کہ حاضرین پر عظمت وجلالت کا ایک رعب طاری ہو گیا اور سب ساکت وسرنگوں ہو گئے اور فرمانِ سرکار کے بموجب تھوڑی زندگی تھوڑے دنوں یعنی چھ ماہ میں کٹ گئی۔

اسی طرح مستقیم شاہ وارثی کو یہ قطعی حکم دیا گیا کہ موجودات میں کسی چیز کو نہ دیکھو۔ گو یہ مجاہدہ اس قدر سخت ہے کہ فطری طور پر انسان کے لیے غیر ممکن معلوم ہوتا ہے مگر یہ حضور والا کے تصرفات باطنی کی خصوصی شان تھی کہ اس صاحبِ بصیرت نے بہتر سال تک آنکھ نہ کھولی، پہلے اجمیر شریف کے مشہور پہاڑ مدار ٹیکر پر چالیس سال قیام کیا بعدۂ تینتیس سال مدار دروازہ کے قریب زندگی بسر کی اور ایک سو دس سال کی عمر ختم کر کے ۱۳۲۵ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کرشمے اسی صاحب قدرت کے ہیں جو ایسے مجاہدات کی تکمیل کرا دیتا ہے۔

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى"

ترجمہ: اور آپ نے نہیں بلکہ وہ کنکریاں اللہ نے پھینکی۔

اسی طرح گلاب شاہ وارثی ساکن آگرہ کٹرہ مداری خاں کو یہ حکم ملا کہ کسی وقت آنکھیں نہ بند کرو۔ شب وروز ایک نشست سے بیٹھے رہو اور ہمیشہ بیدار رہو اور جو کچھ خدا دکھائے دیکھو اور مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (جو اس دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہو گا) کے مصداق نہ بنو۔ چناں چہ

چوالیس سال تک وہ سرکار وارث عالم نواز کا سچا فرماں بردار ایک پتھر کا تکیہ لگائے آنکھ کھولے اسی طرح بیٹھا رہا کہ گویا مجسمہ حیرت ہوگیا۔ جس کی ہیئت مجموعی سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ حق شناس حضرت احدیت کی قدرت کاملہ کا کچھ عجیب وغریب تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اور اسی حالت میں بالآخر وہ جاں نثار وارثی قیدِ ہستی سے آزاد ہوکر جوارِ شاہدِ حقیقی کی سیر میں مصروف ہوا، یہ مجاہدہ اپنی نوعیت میں ایسا فرد ہے کہ جس کی مثال نہ ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ مشکل اور عجیب مجاہدہ خدابخش شاہ وارثی کا ہے کہ جن کو وارث عالم نواز نے موضع پینڈ ضلع بارہ بنکی میں بستی کے باہر چند شرائط گوشہ نشینی کا حکم دیا تھا جن میں سے بعض احکام یہ تھے کہ اوّل تو بہت تنگ جگہ محدود فرما کر ارشاد ہوا کہ ''اس کے باہر قدم نہ رکھنا۔'' دوئم مکان کی رغبت نہ کرنا۔ درخت کے نیچے زندگی بسر کرو۔ سوم یہ شرط بہت دشوار تھی کہ حیوانات کے ساتھ ترک نباتات بھی لازم تھا اور نمک کا استعمال بھی منع تھا۔ سات برس تک اس فرمانبردار نے اس فرمان کی تعمیل کی اور اس طرح کہ جب زیادہ بھوک معلوم ہوتی تو پانی میں راکھ گھول کر پی لیتے مگر بعدہٗ شفقتِ وارث نے یہ کرم دکھایا کہ بغیر کسی تحریک کے ایک روز ارشاد فرمایا کہ ''اس مقام میں جو نباتات خودرو ہوں یا لال دانہ بلا طلب کوئی دے جائے تو بلا نمک کھالیا کرو۔'' چنانچہ چھتیس سال تک ان کی خوراک اسی جگہ کی گھاس رہی جس کو جوش دے کر پی لیا کرتے تھے یا کبھی اگر لال دانہ اس جنگل میں دیکھا تو کھالیا کرتے تھے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ ایسے ناقابل برداشت مجاہدے ہیں جو قوت بشری سے باہر اور فطرت انسانی کے صریح خلاف ہیں۔ مگر چونکہ کرانے والا قدرت رکھتا تھا اس لیے سب کچھ ہوسکتا تھا اور ہوسکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ اس وارثِ عالم نواز نے دنیا کو یہ تصدیق کرادی کہ وہ وارثِ حقیقی اپنی تمامی مخلوق پر یکساں نوازش

رکھتا ہے چنانچہ اس وارثِ ارثِ مصطفوی و مرتضوی کے فیض سے بھی ہر مذہب وملت کے افراد یکساں و برابر فیض پاتے رہے اور پا رہے ہیں۔ چنانچہ ہندو بھی ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اسی طرح مستفیض ہوئے جس طرح مسلمان۔

بہار کے صوبہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ پنڈت چتر بھج سہائے بیدانتی وشاستری نے (جو دربھنگہ کے رئیس اور اپنی قوم کے سردار تھے)، حکیم یعقوب بیگ صاحب خیر آبادی کی زبان سے سرکار کا نام نامی سُنا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ مشتاقِ زیارت ہو گئے۔ جب جناب قبلۂ عالم کچھ روز کے بعد بانکی پور تشریف لائے اور خان بہادر سید فضل امام صاحب کے مہمان ہوئے تو پنڈت جی بھی مع برادر زادہ جا کر حاضر ہوئے اور زبان سنسکرت میں دو اشلوک پڑھ کر سنائے جس میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر تھا۔ سرکارِ والا جاہ نے فرمایا کہ ''پنڈت جی اس زبانی اقرار کے ساتھ تصدیق بالقلب کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ سب بے نمک کا کھانا ہے اور بے سر کی تصویر ہے۔ تم نے بھگوت گیتا میں پڑھا ہوگا کہ کرشن جی نے ارجن کو سمجھایا تھا کہ انسان کے دل سے دُبدُھا (تشکیک، شک وشبہ) کا بدنما داغ اس وقت تک نہیں مٹتا جب تک پریم کی لاگ سے برہم (قادرِ مطلق، خدائے تعالیٰ) دھیان مکمل نہ ہو جائے۔'' پنڈت جی نے عرض کیا کہ مہاتما جی کالے کالے حروف تو کتابوں میں پڑھے ہیں مگر گوشائیں مہاراج تصدیق کا گُر تو گرو انچھر (گرو کے جادو کے بول) ہے۔ جس کا اب محتاج ہوں اور اسی واسطے آپ کے چرنوں میں سیس نوایا (قدموں میں سر جھکانا) ہے۔ آپ جگت گرو ہیں اور اَن داتا ہیں۔ اس بھکاری کو بھی آپ کے در سے ٹکڑا مل جائے۔ سرکار قبلۂ عالم نے کچھ محبت کی تعریف، محبت کی زبان میں فرما کر پنڈت جی سے فرمایا کہ اچھا پنڈت جی جاؤ پھر ملاقات ہوگی'' پنڈت جی نے حکم کی تعمیل کی اور قدم بوس ہو کر کھڑے تو ہو گئے مگر ایسی حالت طاری ہوئی کہ مکیف (مسرور) ہو گئے اور اپنی

پگڑی اتار کر پھینک دی اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر نہایت پر درد لہجہ میں چیخنے لگے ''جے کنھیا لال کی'' اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر دوسرے کمرہ میں لے گئے جب افاقہ ہوا تو پہلا جملہ زبان سے بے ساختگی میں یہ نکلا کہ میں بڑی بھول میں تھا آج معلوم ہوا کہ وہ نرنکار ہر گھٹ میں براج رہا ہے اور اپنے نرالے روپ کا درشن دے رہا ہے۔ اسی روز پنڈت جی حلقہ غلامی میں داخل ہوئے اور وارثی ہو گئے اور حسب الحکم ایک شغل خاص میں ہمہ وقت محو اور رات کے آخری حصہ میں ہمیشہ بیدار رہتے تھے اور نہ معلوم کیا کیا دیکھتے تھے۔

علیٰ ہذا بابو تلک نرائن وکیل وارثی رئیس نواح مظفر پور جو آبائی مذہب پر پورا عبور رکھتے تھے اور اکثر حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے۔ ان کے سامنے ایک ہندو داخل سلسلہ ہوا اور قبلۂ عالم نے اس کو حکم دیا کہ ''ہر وقت اللہ اللہ کیا کرو'' اور یہ بھی بتاکید ارشاد ہوا کہ ''جھٹکے کا گوشت نہ کھانا اور خدا کی وحدانیت کا پورا یقین رکھو اور برہم پہچانو'' جب وہ چلا گیا تو بابو تلک نرائن صاحب نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یہ غلام جب سے غلامی میں داخل ہوا ہے تو حسب الحکم جھٹکے کے گوشت سے قطعی احتراز ہے اور خدا کی وحدانیت کا پورا یقین ہے مگر افسوس مجھ بدنصیب کو اس کا شعور نہیں کہ برہم کیونکر پہچانتے ہیں۔ جو طریقے ہماری جوگ کی کتابوں میں درج ہیں مجھ کو ان سے دلچسپی نہیں ہے کیونکہ میں تو صرف حضور کا تابع ہوں۔ سرکار والا جاہ نے فرمایا کہ ''جو ذکر تم کرتے ہو وہی تمہارے لیے کافی ہے اگر برہم پہچانو گے تو پھر زمینداری کا کام اور اہل وعیال کی نگرانی کیسے کرو گے۔'' موصوف نے دست بستہ عرض کیا کہ آج سے زمینداری کا خیال بھی نہ کروں گا بلکہ اقرار کرتا ہوں کہ اب ریاست کا پانی پینا بھی حرام ہے۔ سرکار نے فرمایا کہ ''محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک صورت کو پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہے گی وہی مرتے وقت، وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ

رہے گی اَلْمِصْدَاقُ ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' (حدیث: آدمی اُس کے ساتھ ہوگا جس سے اُس نے محبت کی)۔ تلک نرائن صاحب نے عرض کی کہ اس پرورش کے ساتھ توفیق بھی عنایت ہو تو سب کچھ ہے ورنہ میری کوشش سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ بابو تلک نرائن کا یہ عجز حضور کو بہت پسند آیا اور مسکرا کر سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ ''محبت میں تکلیف نہیں ہے۔'' اس وقت سے بابو تلک نرائن جملہ تعلقات دنیاوی سے دست بردار ہو گئے اور ایک باغ میں جو بطور مہمان سرائے تھا رہنا اختیار کیا اور حضور کے تصرف سے ہمہ وقت خود فراموش رہے، بجز ایک صورت کے دنیا فراموش ہوگئی تھی کہ اکثر پکارنے سے بھی متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کبھی شب میں یہ کیفیت ہوتی تھی کہ باغ کے درختوں سے بغل گیر ہو کر روتے تھے اور بہ آواز بلند کہتے تھے کہ

ہر لحظہ بشکل دگر آں یار بر آمد

اسی طرح سیاحتِ کرنال میں جب سرکار عالم پناہ حافظ عبدالقیوم صاحب وارثی کے مہمان تھے تو حافظ صاحب کی سفارش سے آپ نے رام سروپ امرتسری تاجر پشیمنہ کو داخلِ سلسلہ فرمایا اور دائمی اللہ کے ذکر کا حکم دیا اور ارشاد ہوا کہ ''برہم پہچانو۔'' کچھ عرصہ بعد دیویٰ شریف حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کے لباس میں صرف عربی وضع کا ایک کرتہ تھا۔ دوسرے روز رخصت کے واسطے حکم ہوا کہ تم بغداد جاؤ اور منصور حلاج کے ڈھیر پر جھاڑو دیا کرو۔

اسی طرح وہبی پرشاد وارثی سریواستوا کی جب ہردوئی میں بیعت لی تو یہ حکم ہوا کہ ''پتھر پوجو گے تو پتھر ہی دکھائی دے گا اور برہم پہچانو گے تو انوارِ الٰہی دیکھو گے۔'' ایام میلہ میں حاضری پر خلعت فقر عنایت ہوا اور برہم شاہ خطاب ملا۔

علیٰ ہذا یہودی بھی حضور کے فیض سے محروم نہیں رہے۔ سینکڑوں یہودی بھی حلقۂ غلامی میں داخل ہیں۔ چنانچہ فیضو شاہ وارثی خادم خاص بارگاہ وارثی فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور قبلۂ عالم لکھنؤ میں قیام پذیر تھے کہ گھوڑا گاڑی پر ایک مرد اور ایک عورت انگریزی لباس میں مٹھائی لئے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ حاجی بابا سے عرض کرو کہ میم صاحبہ اور ایک انگریز آیا ہے ارشاد ہوا کہ ''بلالو'' دونوں قدم بوس ہوئے اور میم صاحبہ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ ہم گنہگاروں کو اپنی غلامی میں قبول فرمائیے۔ حضور نے ان کو مرید کیا اور فرمایا کہ اس کا زبان سے اقرار کرو اور دل سے تصدیق کرو کہ جس طرح موسیٰ کلیم اللہ خدا کے کلیم تھے، اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے حبیب ہیں۔ اور جو چیزیں قرآن میں حرام اور ممنوع ہیں ان سے پرہیز کرنا اور جو فرض ہیں بجالانا اور جھوٹ نہ بولنا۔ پھر ایک تہبند دے کر رخصت کیا اور مجھ سے فرمایا کہ فیضو شاہ تم انگریز سمجھتے تھے یہ یہودی ہیں۔

اسی طرح التفات احمد صاحب وکیل نے راجہ دوست محمد صاحب وارثیؒ تعلقہ دار موہنہ ضلع سلطان پور سے بتلایا کہ ایک مرتبہ بمبئی میں بخیالِ تفریح مَیں دس بارہ روز ایک ہوٹل میں مقیم رہا۔ اس دوران میں خرابیٔ جگر کی وجہ سے مجھ کو تپ آگئی تو علاج کے لیے وہاں کے مشہور ڈاکٹر مسٹر ہارن کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب جو صورتاً یوریشین معلوم ہوتے تھے مگر جب انہوں نے ''یاوارث'' کہہ کر نبض دیکھی تو مجھ کو بہت حیرت ہوئی۔

جب وہ نسخہ لکھ چکے تو میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے نبض دیکھتے وقت یا وارث کیوں کہا، تو موصوف نے جواب دیا کہ یہ میرے مرشد کا نام ہے جو دشواری کے وقت لیا کرتا ہوں۔ میں نے کہا عیسائی کو پیری مریدی سے کیا مطلب؟ تب انہوں نے مسکرا کر کہا کہ میں عیسائی نہیں ہوں میرا آبائی مذہب یہودی ہے مگر اب تو صرف وارثی ہوں۔ میں نے کہا آپ کا نام تو انگریزی ہے تو انہوں نے بتلایا کہ اصل میں میرا نام ہارمن ہے، لیکن جب میں ولایت میں پڑھتا تھا تو میرے کلاس فیلو میری آواز موٹی ہونے کی وجہ سے مجھ کو ''ہارن'' کہنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ پھر

میں نے کہا یہ تو بتلایئے کہ آپ مرید کب ہوئے؟ تب انہوں نے بتلایا کہ میں ۱۸۸۷ء میں اجمیر شریف کے جنرل ہسپتال میں انچارج تھا۔ وہاں کے عرس میں، میں نے حاجی صاحب کو پایا تھا پہلے میں مرید ہوا پھر میری بہن اور بی بی بچے مرید ہوئے اور ۱۸۹۱ء میں سب کو لے کر دیوہ شریف گیا تھا۔ اس وقت یہ حکم ملا تھا کہ ''نوکری چھوڑ دو اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچاؤ خدا رزاق ہے تمہارا حصہ تم کو ضرور ملے گا۔'' جب سے یہاں رہتا ہوں اور صبح و شام مریضوں کو مفت دوا تقسیم کرتا ہوں اور بڑے آرام سے ہوں نوکری سے بہت زیادہ آمدنی ہے۔ غرض کہ اس قسم کی صدہا روائتیں منقول ہیں۔ چنانچہ

ایک مرتبہ حضور والا جاہ آگرہ میں حافظ گلاب شاہ وارثیؒ کے مہمان تھے کہ خادم نے آکر عرض کیا کہ ایک سن رسیدہ عرب زیارت کے مشتاق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''بلالو''۔ جب وہ عرب صورت حاضر ہوئے تو پر جوش لہجہ میں ''یاوارثی یا مولائی'' کہہ کر قدم بوس ہوئے۔ حضور نے فرمایا ''اَیْنَ بَلَدُكَ'' تمہارا شہر کونسا ہے؟ انہوں نے دست بستہ عرض کیا ''اَنَا مِنْ قُوتِ العَمَارَةِ لِلْبَلَادِ وَ الْبَغْدَادِ شَرَّفَهَا اللهُ تَعَالٰی'' (میں قوت عمارہ کا باشندہ ہوں جو حوالی بغداد میں ہے) ارشاد ہوا کہ مَا اِسْمُكَ (تمہارا نام کیا ہے) عرض کیا ''یوسف ابن سمعون المزور'' سرکار والا جاہ نے مسکرا کر سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ کَیْفَ اُمُّكَ (تمہاری ماں کیسی ہیں)۔ آبدیدہ ہو کر جواب دیا کہ ''مَاتَت'' (ان کا انتقال ہو گیا) اور یہ بھی کہا کہ یہ سفر والدہ کے حکم سے کیا ہے۔ کیونکہ مرحومہ نے یہ وصیت کی تھی کہ بغیر کسی دوسرے خیال کے صرف مرشد برحق کی قدم بوسی کی نیت سے ہندوستان جانا اور میری طرف سے عرض کر دینا کہ آپ کی مشتاقِ زیارت مر گئی۔ پھر آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ ہمارے پرانے یار ہیں۔ جب ہم قوت کی سیر کو گئے تھے تو انہیں کے مکان میں

ٹھہرے تھے۔ اس وقت ان کی عمر کم تھی مگر ان کے باپ جو یہودیوں کے سردار اور حضرت عزیر علیٰ نبینا علیہ السلام کے مزار اقدس کے کلید بردار تھے انہوں نے ہماری بڑی خاطر کی تھی اور اپنے ساتھ اپنے خاندان کے مرد اور عورتوں کو مرید کرایا تھا اور خود دنیا پر لات مار کر فقیر ہو گئے تھے۔

اسی طرح پارسی بھی قبلۂ عالم کے دست گرفتہ تھے مگر ہندوستان میں چونکہ ان کی آبادی محدود ہے اس لیے اسی نسبت تعدادی کے لحاظ سے بیشتر پارسی بھی حلقہ بگوش ہوئے۔ چنانچہ مولانا ہدایت اللہ صاحب وارثی مدارسی جو مشہور ادیب، محدث اور ماہر ہفت زبان تھے اور جن کی قابلیت کا تمام ارباب علم و فضل نے اعتراف کیا تھا وہ بلحاظ مذہب آبائی آتش پرست تھے اور چونکہ اپنے مذہب کے عالم تھے اس لیے پارسی اپنا مقتدا سمجھتے تھے۔

علیٰ ہذا ڈاکٹر دوسابھائی جن کا بمبئی کے مشہور ڈاکٹروں میں شمار تھا ان کا عجیب واقعہ ہے کہ موصوف ایک روز مع اپنی بہن کے دیوہ شریف حاضر ہوئے اور قدم بوسی کے بعد نہایت بے قرار حالت میں آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ ہم گنہگار ہرگز اس لائق نہ تھے کہ آپ کے مقدس دربار میں حاضری دیتے مگر آپ خوب واقف ہیں کہ ہم لوگ کیونکر آئے اور کس نے ہم کو یہاں پہنچایا۔ اب استدعا یہ ہے کہ ازراہِ کرم اپنی غلامی میں قبول فرمالیجئے۔ حضور قبلۂ عالم نے دونوں کو استغفار پڑھا کر داخل سلسلہ فرمایا اور متبسم لبوں سے ارشاد فرمایا کہ ''آتش پرستی کر چکے اب تمام عمر محبت کی آگ کا سامنا ہے جو غیر اللہ کے تعلق کو جلا دیتی ہے۔'' دوسرے روز دونوں قدم بوسی کو حاضر ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے بکمال ادب عرض کیا کہ ہم کو کوئی ہدایت فرمائی جائے تو سرکار والا جاہ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''محبت کا تقاضا یہ ہے کہ دل ہر وقت یادِ محبوب میں مصروف رہے اور ہاتھوں سے دنیا کا کام اس طرح کرو کہ دل کو ہاتھوں سے سروکار نہ ہو نہ

ہاتھوں کو دل سے تعلق رہے اور اس کی تصدیق ہو کہ خدا ہر ایک تشبیہ و تمثیل سے مبّرا واحد اور قدیم ہے۔ جاؤ خلق اللہ کو فائدہ پہنچاؤ''۔ ڈاکٹر صاحب کی بہن نے عرض کیا کہ میرے پیارے رہنما میرے لیے کیا ارشاد ہے؟ حکم ہوا کہ ''بجز خدا کے کسی کو معبود نہ جانو اور تم ہر مہینہ کے وسط میں تین روزے رکھا کرو اور جس کو بھوکا دیکھو اس کو کھانا کھلاؤ اور جو پیاسا ہو اس کو پانی پلاؤ'' یہ فرما کر رخصت کیا۔ موصوف سے اکثر لوگوں نے یہاں آنے کا سبب پوچھا مگر انہوں نے نہ بتایا اور اس راز کو راز ہی رکھا صرف اتنا کہا کہ ہم لوگوں کی قسمت اچھی تھی جو نار سے گلزار میں آئے۔

اسی طرح عیسائی بھی حضور کی غلامی میں کثرت سے داخل ہوئے۔ بیشتر توحید حضرتِ احدیت جل جلالہٗ کا بکمالِ صدق اقرار کر کے ظلِ حمایت میں پناہ گزین ہوئے اور اکثر بقدر استعداد محبتِ الٰہی کے جوش میں تاحیات خاموشی کے ساتھ اور بعض ہمہ تن مدہوش رہے۔

چنانچہ رومی شاہ وارثیؒ جن کا آبائی مذہب عیسائی تھا اور نواح ترکستان کے باشندے تھے اور زیادہ تر زندگی کا حصہ ہندوستان میں گزارا اور چین کی سیاحت میں مانڈے میں انتقال فرمایا۔

اسی طرح ولایتی شاہ وارثی جرمنی جو ہندوستان میں بغرض تجارت آئے تھے لیکن عنایت ایزدی سے داخل سلسلہ ہو کر ایسا سودا کیا کہ دل تک بیچ ڈالا اور تارک الدنیا ہو گئے۔

علیٰ ہذا عبداللہ شاہ وارثیؒ بھی عیسائی تھے جن کا نام حضور کے مشہور خرقہ پوشوں کی فہرست میں ہے۔ وہ اسمِ حق کا ذکر ایسے شد و مد کے ساتھ کرتے تھے کہ سامعین کے قلب پر اثر ہوتا تھا۔ چوبیس گھنٹہ میں ایک مرتبہ دن کو ستو کھاتے تھے۔ ہر سال حضور کی قدم بوسی کے لیے آتے تھے۔ مدراس کے کسی دیہات میں گوشہ نشینی اختیار کی

تھی اور تقریباً ۱۲۸۵ھ میں وہیں وصال ہوا۔

اسی طرح بے شمار عیسائیوں نے بھی سرکار عالم پناہ کی حلقہ بگوشی کے طفیل میں فیوض باطنی حاصل کیے اور دور آخر میں منجملہ ہزاروں ارادتمندوں کے ایک عیسائی کا واقعہ بہت مشہور ہے جو قریب قریب بیشتر کتب ہائے وارثیہ میں نقل ہوا ہے اور قبلہ وارث عالم نواز کی بے نظیر یادگار ہے۔ وہ مختصراً یوں ہے کہ آخر دسمبر ۱۹۰۴ء میں ایک یورپین عیسائی نوجوان تھا وہ پیرس سے ایک مترجم کو ہمراہ لے کر دیوہ شریف آیا اور حاضر خدمت ہو کر تائب ہوا اور اقرار بیعت کیا اور بہ ہزار عجز و نیاز استدعا کی کہ آپ کے توسط سے اپنی زندگی میں اور اِنھی آنکھوں سے حقیقت صفاتِ صمدیت سے آگاہی اور تجلیٔ انوارِ احدیت کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔ قبلۂ عالم نے بکمال شفقت اس کی تسکین اور تشفی فرمائی اور تبسم کے ساتھ اس طالبِ خدا کو سینہ سے لگا لیا اور بعض ایسے ہدایت آمیز کلمات بہ رموز و نکات ارشاد فرمائے جن کے اثراتِ روحانیہ سے وہ خوش نصیب جوش محبت سے مکیف اور فرطِ محبت سے آبدیدہ ہو گیا۔ بعدہٗ جب پھر شام کو بغرض قدم بوسی حاضر خدمت ہوا تو حضور نے مترجم سے فرمایا کہ ''ان کو سمجھا دو کہ محبتِ خدا کی قیمت روپیہ اور اشرفیوں سے نہیں ادا ہوتی۔ جو شخص اپنی عافیت چھوڑتا ہے اس کو خدا ملتا ہے اور اگر تصدیق ہو تو ہر شے میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔'' پھر دوسرے روز قبلۂ عالم نے بعد ظہر اس کو بلا کر شیرینی اور نصف تہبند مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ''جاؤ ایک صورت پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ رہی گی'' خادموں نے اس خدا شناس عیسائی کا مترجم سے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس خوش نصیب کا نام ''کونٹ گلارزا'' ہے اور امرائے اسپین کے ایک ممتاز خاندان کا رکن ہے۔ بڑے دولت مند کا بیٹا ہے۔ علوم مذہبی اور دیگر فنون و علوم کا بے مثل ماہر ہے۔ مسٹر احتشام علی صاحب وارثی متوطن شہرام جو بیرسٹری کا امتحان دینے ولایت گئے تھے ان کی زبان سے سرکار والا جاہ کا

نام سن کر مشتاقِ زیارت ہوا اور بالآخر دیوہ شریف حاضر ہوا اور صرف ایک شب آستانہ وارثی پر قیام کر کے وہ دولت لے گیا جو برسوں کے مجاہدات سے حاصل نہیں ہوئی۔ موصوف کے انکشاف صحیحہ وصفائے باطن کا اظہار اس خط سے بخوبی ہوتا ہے جو مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۵ء کے آخری حصہ میں مترجم کی معرفت جناب اوگھٹ شاہ صاحب وارثی کو لکھا ہے اور جس میں غرۂ صفر کے واقعات جو دیوہ شریف میں وقوع پذیر ہوئے وہ پیرس سے لکھ رہا ہے۔ گویا وہ پیرس میں بیٹھا دیوہ شریف کے حالات دیکھ رہا ہے اور غرۂ صفر (یعنی ماہ صفر کی پہلی تاریخ) میں سرکارِ عالم پناہ کے وصال کے واقعات حرف بحرف بیان کر رہا ہے موصوف کے اس خط کا ترجمہ یہ ہے۔

میں آپ سے معانقہ کرتا ہوں کہ اپنے ولی کے حضور میں، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ دوسرے عالم میں جا رہے ہیں اور موت کے قریب انہوں نے اپنے وعدہ اور میری خواہش کو پورا کر دیا اور مجھ کو اپنے قلب سے توام کیا۔

اس واقعہ اور کمالِ روحانیت پر نظر ڈالتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ یہ فیض ایسا ممتاز اور جلیل القدر فیض ہے جس کو اگر تمامی فیوض کا جامع کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں موصوف کے اور بھی خطوط ایسے ہیں جن سے ان کی قلبی حالت کا پتہ چلتا ہے جو دیگر کتب ہائے وارثیہ میں زبان انگریزی میں مع ترجمہ شائع ہوئے ہیں۔

بہرصورت حضور قبلۂ عالم کے عجیب وغریب اثراتِ نادرہ اور فیضان وارثی کے ان جلیل القدر برکات کا بخوبی اندازہ کرنا بالکل غیر ممکن ہے کہ جنھوں نے ہر مذہب و ملت کے طالبان کو عام طور پر عند اللہ ایسا مستفیض فرمایا کہ خاندانی گم کردہ راہوں کا خدا شناس بندوں میں شمار ہوگیا۔ اور اس وقت بھی بے شمار بندگانِ خدا بلا تفریقِ مذہب وملّت فیضانِ وارثی سے مستفیض ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے اور یہ فیض عام اسی طرح جاری رہے گا۔

خرق عادت یا کرامات

حقیقتاً کرامات وہ عجیب واقعات کہلاتے ہیں جو اکثر اولیاء اللہ کے ذریعہ قدرت کی تصدیق کے لیے رونما ہوتے ہیں۔ جن سے اہل دنیا کو اللہ اور اہلِ اللہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ مگر چونکہ حضور قبلۂ عالم کی ہر ادا ہر اشارہ، رفتار، گفتار، نشست برخاست غرض کہ سب کچھ کرامت ہی کرامت تھی اس لیے یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ حضور قبلۂ عالم مجسمہ کرامت تھے اور کرامت آپ کے خرقِ عادت کا ادنیٰ اعجاز تھا۔

دیکھنے والوں نے حضور وارث پاک کو ہر وقت سراپا کرامات پایا۔ ہر ادا اور حرکت سے عجیب و غریب کمالات کا اظہار ہوتا تھا جن کا نہ تو شمار کیا جا سکتا ہے نہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ مگر ناظرین کی دلجمعی اور تصدیق کے لیے مختصراً چند مخصوص اور مشہور عام و مصدقہ واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضور قبلۂ عالم سیر و سیاحت فرمانے گنج مراد آباد رونق افروز ہوئے۔ وہاں مولانا فضل الرحمٰن علیہ الرحمۃ جو عالم باعمل اور کاملینِ زمانہ میں فرد شمار کیے جاتے تھے موجود تھے۔ حضور والا مولانا موصوف کے جائے قیام پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا موصوف نے بعد ملاقات کمال غلوء شریعت سے بے خوف و خطر فرمایا اور دریافت کیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جو عمداً نماز ترک کرے حالانکہ حدیث میں موجود ہے کہ "مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ

مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ" (جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اُس نے کفر کیا۔) ماسوا اس کے اور بہت سی حدیثیں پیش کیں۔ حتیٰ کہ غایتِ تعصبِ مذہبی میں تہذیب سے باہر ہوگئے اور حضور کی شان میں ناشائستگی تک پہنچ گئے تو حضورِ والا نے بجائے کچھ جواب دینے کے مولانا موصوف کا ہاتھ پکڑ لیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور دروازہ بند کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں بزرگ تشریف لائے تو حضور تو رخصت ہوکر چلے آئے مگر مولانا موصوف کا عجیب عالم تھا زار زار رو رہے تھے اور زبان پر مہرِ خاموشی لگی تھی۔ تمام مریدین صورت حال سے سخت پریشان ہوگئے مگر کسی کو جرأت استفسار حال کی نہ تھی۔ کچھ دیر بعد جب مولانا موصوف کی طبیعت کو پُرسکون دیکھا تو خصوصی مریدین دریافتِ حال کے لیے بضد ہوئے۔ خصوصاً مولوی محمد عمر صاحب بلندشہری نے (جو مولانا موصوف کے ممتاز مریدوں میں تھے اور جنھوں نے اس واقعہ کو عظیم آباد کے قلعہ میں جناب نوراللہ شاہ صاحب خلیفہ سلیمان چشتی رحمۃ اللہ علیہ و جناب شاہ فضل اللہ صاحب خلیفہ آخون صاحب سوات نسیری علیہ الرحمۃ کے روبرو جبکہ مولوی شرف الدین صاحب بیرسٹر و نیز سید عبدالآد شاہ وارثی موجود تھے بیان کیا تھا) باصرار تمام عرض کیا کہ اسرار سے ہم ارادت مندوں کو بھی مطلع کیا جائے۔ تب مولانا موصوف نے بیان کیا کہ کیا کہوں جناب حاجی صاحب مجھے اپنے ساتھ خانۂ کعبہ لے گئے اور وہاں اپنے ساتھ نماز پڑھائی اور میری منزل اور میری نیکی بدی کا اعمال نامہ دکھایا اور اس لیے خبردار کوئی شخص حاجی صاحب کے خلاف شان کچھ نہ کہے ورنہ عاقبت بخیر نہ ہوگی۔ چونکہ یہ واقعہ مولوی ابوالنصر محمد عمر نے جلسۂ عام میں بیان کیا تھا اس لیے حاضرین مکیف ہوگئے اور جناب نوراللہ شاہ صاحب تو لحن میں گانے لگے "وارث علی وارث علی، کھول دے دل کی کلی، وارث علی وارث علی۔"

نقل ہے دوسری مرتبہ جو مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے

مولوی صاحب بھی مولانا موصوف کے ہمراہ تھے۔ ان دونوں مولانا صاحبان پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ نماز مغرب قضا ہوگئی۔ جب مولانا کو خیال آیا تو حضور قبلۂ عالم نے ہنس کر فرمایا کہ ''اس کا گناہ میرے ذمہ قضا پڑھ لیجئے گا''۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضور قبلۂ عالم کو پیادہ روی میں معہ خادمان دریائے گھاگھرا کے پار اترنا تھا۔ عرصہ تک کنارہ پر کشتی کا انتظار کرنا پڑا۔ میر بحر داروغہ غلام حسین غیر حاضر تھے اس لیے ملاحوں نے کشتی لانے میں تساہلی کی کہ یکایک حضور نے فرمایا کہ'' آؤ اس گھاٹ سے اُتر چلیں جہاں آب ہے''۔ کسی کو مجال تکرار نہ تھی اور حضور بلا تکلف اس دریائے ذخار میں اُتر گئے اور نہایت آسانی سے پار ہو گئے اور پانی قریب زانو سے زائد نہ ہوا۔

نقل ہے کہ مقام گدیہ میں ایک شخص کا لڑکا مر گیا تھا۔ ناگہاں حضور والا اسی کے مکان کی طرف سے گزرے۔ لڑکے کی عقیدت آگیں ماں نے اس بچہ کو جو مردہ تھا لے جا کر قدموں پر ڈال دیا اور زاری کرنے لگی۔ حضور نے متاثر ہو کر فرمایا'' کیوں روتی ہے یہ تو زندہ ہے یہ تو زندہ ہے۔'' اتنے میں لڑکا رونے لگا ماں و باپ دونوں نہال ہو گئے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضور بمقام ردولی شریف کسی زنانخانہ میں قیام پذیر تھے کہ یکایک دیکھا کہ مکان میں چیونٹیاں نکلنا شروع ہوئیں اور یہاں تک نکلیں اور کثرت ہوئی کہ تمام چھت، فرش اور دیواریں غرض کہ ہر جگہ چونٹیاں ہی چونٹیاں نظر آتی تھیں۔ عورتیں یہ حال دیکھ کر گھبرا گئیں اور رو رو کر عرض کرنے لگیں کہ میاں چونٹیوں سے پناہ نہیں۔ قبلۂ عالم مسکراتے ہوئے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ'' کہاں ہیں کہاں ہیں۔'' ابھی یہ جملہ ناتمام تھا کہ تمام چونٹیاں غائب تھیں۔ بعد اس کے ایک قسم کے پرند جس کو شیاما کہتے ہیں آنا شروع ہو گئیں اور ہزاروں کی تعداد میں آ کر حضور

کے بدن مبارک پر گرنے لگیں اور حد سے زیادہ چھکنے لگیں کہ تماشا معلوم ہوتا تھا کسی نے کہہ دیا حضور یہ کیا کھیل ہے بس ایک چڑیا نہ تھی اور حضور نے ہنس کر ٹال دیا۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے بہت سے لال پالے تھے۔ کمالِ شوق کی وجہ سے پنجرے میں ایسی معقول تدبیر بنا رکھی تھی کہ جب دوسرے لال آئیں تو پنجرے سے نہ نکل سکیں۔ حضور قبلۂ عالم دوپہر کو اُس طرف پہنچ گئے جہاں وہ لالوں کا پنجرہ ٹنگا تھا۔ حضور نے بغور لالوں کو ملاحظہ فرمایا اور پنجرہ کو نیچے اُتار کر سب کو پانی پلایا۔ صاحب خانہ (جو حضور کا ارادت مند تھا بلکہ حضور اسی کے گھر میں قیام پذیر تھے) دور سے کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ حضور نے دفعتاً پنجرے کی تیلی کھولدی اور وہ سب لال جو قریب ڈیڑھ سو کے تھے پھُر سے اُڑ گئے۔ صاحب خانہ نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضور نے یہ کیا کیا، میری ساری محنت برباد ہوگئی۔ تو حضور نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''تم کو افسوس ہے تو لال ابھی دور نہ گئے ہوں گے چاہو تو پکڑ لو۔'' صاحب خانہ نے عرض کی کہ حضور اب وہ کہاں ہاتھ آتے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ ''تم نے کیا کہا'' یہ جملہ ابھی ناتمام تھا کہ وہ سب لال آکر موجود ہوگئے اور حضور کے جسم مبارک سے لپٹ گئے۔ حضور بار بار فرماتے تھے کہ ''لو اب پکڑ لو'' صاحب خانہ مکیف ہو گئے اور عرض کی کہ جب حضور ہی نے ان کو آزاد کر دیا تو پھر میں کیوں قید کروں؟

نقل ہے کہ ایک مرید کمالِ شوقِ زیارت میں حاضری کے لیے روانہ ہو جانے کے باعث راستہ بھول گیا اور ایک دریا کے کنارے پر پہنچا۔ اندھیری رات میں پار اترنے کی کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی۔ انتہائی پریشان تھا کہ یکایک کسی کے پکارنے کی آواز آئی۔ جب وہ اس آواز کی طرف گیا تو اس کو ایک بارہ برس کا لڑکا دکھائی دیا اس لڑکے نے کہا کہ تم اس پار جانے کو پریشان ہو، آؤ میں تم کو ایک راستہ بتا دوں جو آپ ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ اس شخص نے اس لڑکے کے پیچھے

پیچھے راہ پکڑی اور دریا کے پار ہو گیا۔ لڑکا نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب وہ شخص سرکار میں حاضر ہوا تو قبلۂ عالم نے حالاتِ سفر دریافت کیے۔ وہ بیان کرنا ہی چاہتا تھا کہ حضور نے فرمایا کہ ''کہو وہ لڑکا کتنا چالاک تھا''۔ اس شخص کو پہلے تو کچھ سکوت سا ہو گیا۔ بعدہٗ بے ساختگی میں کہہ اٹھا کہ حضور ہی تھے، آپ ہنس کر چپ ہو گئے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سیاحتِ عرب میں ایک قاضی القضات جو اپنے کو متشرع سمجھتے تھے ملاقات کو آئے اور اعتراض کے لہجہ میں طنزیہ گفتگو کرنے لگے۔ حضور نے متبسم ہو کر فرمایا کہ ''شریعت کو شارع زیادہ جانتا ہے'' دوسرے روز جناب قاضی جی کے ہاتھ میں انگوری شراب تھی اور زبان سے ''قَدَّرَ فَهَدٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی'' (اور جس نے ہر چیز کا تخمینہ مقرر کیا اور پھر راہ دکھائی) وجد میں کہتے نکلے۔ لوگوں نے بہت برا کہا مگر ان کو ایسے پکے گھڑے کی چڑھی تھی کہ یہی کہتے ہوئے مر گئے۔

نقل ہے کہ جب حضور والا قبلہ عالم کلکتہ سے بمبئی کے دورۂ سیاحت میں مشغول تھے اور پیادہ پا مختلف دیار و امصار میں سفر فرما رہے تھے تو ہر جگہ ایسے ایسے عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے رہے کہ جس سے حضور کی سیادتِ پنجتنی اور کمالاتِ باطنی کی شان خصوصی نظر آتی ہے۔ چنانچہ کلکتہ اور بنگلور کے درمیان جس راستہ سے حضورِ والا کا گزر ہوا وہ ہولناک صحرا تھا اور اس صحرا میں ایک گروہ قزاقوں کا آباد تھا جو چار بھائی تھے اور قومِ ہنود میں سورج بنس چھتری تھے اور خاندانی پیشہ ور تھے۔ چنانچہ حسبِ عادت مسافر سمجھ کر سرکارِ والا جاہ سے بھی دو چار ہوئے مگر یہ عجیب بات ہوئی کہ معاملہ بالکل برعکس ہو گیا۔ ہمیشہ وہ مسافروں کو لوٹا کرتے تھے مگر حضور قبلۂ عالم سے دو چار ہوتے ہی خود محبت کا شکار ہو گئے اور اپنا سب کچھ حضور پر لٹا کر اور آبائی پیشہ سے تائب ہو کر غلامی میں داخل ہو گئے۔ سرکار نے چاروں کے نام عبدالرحمن، عبدالرزاق، عبدالواحد اور عبداللہ رکھا اور اپنے ہمراہ لے کر جانب بنگلور روانہ ہوئے۔

بنگلور اہلِ ہنود کی پُرفضا بستی تھی جو برناتھ جوگی (جو اپنے وقت کا زبردست جادوگر تھا) کے زیر اثر تھی اور برناتھ جوگی کے چیلے اُس بستی کے کارکن تھے۔ برناتھ جوگی کی ماں نے (جو ایک زبرست ساحرہ تھی اور علوم نجوم میں بھی کافی دسترس رکھتی تھی) اپنے بیٹے کو پہلے سے مطلع کردیا تھا کہ کسی وقت ایک صاحبِ کمال فقیر معہ چار چیلوں کے بنگلور میں آئے گا اور سب کو مسلمان بنالے گا۔ اس خبر سے خبردار ہونے کی وجہ سے برناتھ جوگی نے اپنے چیلوں کو خبردار کر رکھا تھا اور حلیہ بتا کر حکم دیا تھا کہ جس وقت بھی اس حلیہ کا فقیر معہ چار چیلوں کے بنگلور میں وارد ہو فوراً گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کرنا۔ برناتھ جوگی خود بنگلور سے دوسو میل فاصلہ پر مقام کوہ بھیروں گری پر رہتا تھا۔ جس وقت حضور قبلۂ عالم مع ہمراہیان بنگلور پہنچے تو اِنھی جوگیوں کے مندر میں جونہایت عالی شان اور پُرفضا مقام تھا پر قیام کیا۔

مندر کے نگران چیلوں نے حضور کی تشریف آوری و بیساختگی و نیز تمامی حلیہ سے پہچان لیا کہ ضرور یہ وہی فقیر ہے کہ جس کی خبر گرو برناتھ نے پہلے سے ہم کو دے رکھی ہے چنانچہ انھوں نے فوراً اپنی جماعت کو مطلع کیا اور سب متفقہ طور پر حضور کو شناخت کر کے اپنے گرو کی تعلیم کے مطابق حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ خوشامد درآمد، درشتی وسختی سے لاجواب ہو کر سحر سامری سے مسحور کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر بہر صورت ناکام اور عاجز ہو گئے تو اپنے گُرو برناتھ کو خبر کی کہ وہ فقیر جس کے متعلق ہم لوگوں کو گرفتاری کا حکم تھا مع چار چیلوں کے یہاں آ گیا ہے اور ہمارے ہی مندر میں مقیم ہے۔ ہم لوگوں نے اس پر قبضہ پانے کی انتہائی کوشش کی مگر اس پر کسی قسم کا جادو منتر اثر نہیں کرتا اس لیے آپ خود آ کر گرفتار کریں۔ اِدھر تو جب تک اُس کو خبر پہنچے اور برناتھ جوگی بنگلور آنے کی تیاری کرے، بنگلور کی دنیا میں انقلاب آنا شروع ہو گیا اور مجسمۂ عشق وحسن کی کارفرمائیاں ساحروں کو مسحور کرنے لگیں۔ جس کی نظر روئے انور

پر پڑتی تو نہ معلوم کون سا جلوہ نظر آتا تھا کہ ہر شخص بے تابانہ، پروانہ وار قربان ہو ہو کر قدموں پر سر جھکا رہا تھا اور تصدیق کے ساتھ حلقۂ غلامی میں داخل ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ بجز برناتھ جوگی کے چیلوں کے تمام اہلِ بستی مسلمان ہو گئے۔ اس وقت حضور نے اپنے ہمراہیان و جملہ غلامانِ بنگلور کو حکم دیا کہ بت خانے ڈھا دو اور عبادت خانے بنا ڈالو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ مندروں میں اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی۔ کلمۂ حق لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو گیا، گویا اس بستی کی دنیا ہی بدل گئی۔

یکا یک برناتھ جوگی اپنے تمامی حربہ ہائے سحر سے آراستہ ہو کر غول شیاطین کے ساتھ اپنی طاقت کے شعبدے دکھاتا ہوا بنگلور پہنچا۔ بستی کی یہ بدلی ہوئی حالت دیکھ کر نہایت غضب کے ساتھ اپنے چیلوں کو لعنت ملامت کی اور پھر سب کی معیت میں اپنے سحرِ سامری کا زور دکھانے لگا۔ سرکار عالم پناہ نے نہ معلوم کس نظر سے ان جادو کے تماشوں کی طرف توجہ فرمائی کہ ایک دم میں تمام سحرِ سامری درہم برہم ہو گیا۔ شیطانوں میں العیاذ اور بیرون میں الامان کا شور بلند ہو گیا اور اس کے چیلے توبہ تِلا چلا چلا کر اپنی غلطیوں پر ندامت کا اظہار کرنے لگے حتیٰ کہ حضور کے قدموں میں گِر گِر کر مسلمان ہو گئے۔

برناتھ جوگی یہ صورت دیکھ کر زیادہ غضب ناک ہوا اور اپنا آخری حربہ لے کر مقابل ہوا۔ یہ مقابلہ اپنے وقت میں بے نظیر تھا کیونکہ اِدھر تو برناتھ جوگی نے اپنی دلی خصومت سے جادو کی طاقت دکھائی اُدھر کرم والے نے اپنی کرم نمائی سے چشمِ الفت کی بجلی گرائی۔ آنکھ چار ہوتے ہی جھومنے لگا اور بالآخر بیہوش ہو کر گرا۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو ایسا ہوش آیا کہ قبلۂ عالم کے قدموں پر سر رکھا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبانِ حال سے یوں کہہ رہا تھا ؎

من نہ دیدم جز تو دیگر دلبرے

حضورِ والا نے دستِ شفقت اس کے سر پر پھیرا اور فرمایا کہ ''اچھا اب تم بھی مسلمان ہو جاؤ'' چنانچہ اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ فوراً داخلِ سلسلہ ہو کر مسلمان ہو گیا اور حضور نے لباسِ فقیری عنایت فرما کر دیدار شاہ کا خطاب دیا اور وہیں رہنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی عبدالرحمٰن وعبدالرزاق کو فیضِ باطنی سے حافظ قرآن بنا دیا اور حکم دیا کہ تم دونوں یہیں رہو اور اپنے سب بھائیوں کو قرآن کی تعلیم دو۔ اور جملہ حلقہ بگوشان کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ ''جس نے ہمارے فقیر کو خوش رکھا اس نے مجھ کو خوش رکھا اور جس نے ہمارے فقیر کو رنج دیا اس نے بلاشبہ ہم کو رنج دیا'' بعدہٗ عبدالواحد وعبداللہ کو اپنے ہمراہ لے کر بنگلور سے سوئے نہر آباد گامزن ہوئے۔

نہر آباد: منقول از مولوی صاحب علی صاحب بنگالی فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور قبلۂ عالم نہر آباد تشریف لائے تو اس وقت میں خوش قسمتی سے نہر آباد میں موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ بدرالدین صاحب بیرسٹر کے مکان پر جم غفیر جمع ہو رہا ہے تو میں نے دریافت کیا کہ اس قدر مجمع کیوں جمع ہو رہا ہے تو لوگوں نے بتلایا کہ جناب پیشوائے برحق وارثِ عالم نواز رونق افروز ہوئے ہیں اور مجمع پیشوائی کے لیے جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں بھی بدرالدین صاحب کے ہمراہ مع مجمع استقبال کو روانہ ہوا اور حضور والا تشریف لا کر بدرالدین صاحب بیرسٹر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ عوام پروانہ وار اپنی عقیدتمندی کا اظہار کر رہے تھے اور بیشتر داخلِ سلسلہ ہو کر دولتِ کونین حاصل کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک روز مولوی محمد حسین صاحب نامی جو ملک تمر کے باشندے تھے اور علمِ کتاب پر نازاں ہونے کے باعث فقیروں اور درویشوں سے انتہائی بدعقیدہ اور دریدہ دہنی میں مشہور تھے، خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ مجمع کی دیوانگی اور قبلۂ عالم کی کرم نمائی دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سرکارِ والا جاہ خود مولوی صاحب کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ '' آپ بھی کچھ دل کی

کیفیت بیان کیجئے؟'' مولوی صاحب بزعم خاص نکاتِ شریعت اس طرح اظہار فرمانے لگے جس میں اعتراضات والزامات عائد ہوجائیں۔سرکارِ والا جاہ نے بظاہر تو مولوی صاحب کی ان گستاخیوں کا کوئی جواب نہ دیا مگر دفعتاً کھڑے ہوگئے اور وہاں سے قصبہ کے باہر کی طرف روانہ ہوئے کچھ موجودہ مجمع بھی مع مولوی صاحب ہمراہ ہوگیا۔

حضورِ والا جاہ قصبہ سے باہر ایک تالاب جو''نیر ساگر'' کے نام سے مشہور تھا اور اس کے جنوب میں ایک مولسری کا درخت بہت بڑا تھا وہاں پہنچے۔سب نے و نیز میں نے دیکھا کہ اس درخت کے نیچے ایک نورانی مجلس جمع ہے۔ہر شخص اس مجلس کا نہایت صاحبِ جمال وکمال وغیر مانوس تھا۔فرش کی جگہ بہترین قسم کی جائے نمازیں مع مصلیٔ امامت بچھیں تھیں۔تمام مجمع اس عالم کو دیکھ کر حیرت زدہ خاموش تھا۔حضور کے پہنچتے ہی صاحبانِ مجلس نے کھڑے ہوکر حضور کی تعظیم کی۔قبلۂ عالم مصلۂ امامت پر رونق افروز ہوئے۔تمامی بزرگانِ مجلس بصورت مقتدیان صف بندی کرنے لگے اور ایک بزرگ نے اعلان کیا کہ یہ نمازِ وصلِ خدا ہے،جس کو دیدار خدا مطلوب ہو وہ اس میں شریک ہو،مولوی صاحب بھی مدہوشی کے عالم میں شریک ہوگئے۔نماز شروع ہوئی مولوی صاحب کا بیان ہے کہ پہلی رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ حضور نے بسنت شروع کر دیا اور سب مقتدی بے ہوش ہوگئے۔بعدہٗ پھر جو ہوش آیا تو دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سنی اور حضور نے ہولی شروع کر دی۔تمام مقتدی پھر کسی دوسرے عالم میں پہنچ گئے۔کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔نماز ختم ہونے پر سب کو ہوش آیا تو دیکھا کہ درخت کی تمام ڈالیاں وجد میں ہیں اور مائل بہ زمین ہوکر سربسجود ہوگئی ہیں اور ہر برگ وہر پتہ سے لحن داؤدی میں ''حق وارث'' کا ترانہ گایا جا رہا ہے۔مولوی صاحب سرکار عالم نواز کے گرد گھوم گھوم کر طواف کرر ہے تھے اور قدموں کو چوم چوم کر کہہ رہے تھے ؎

در سرا پردۂ دل یوسفِ خود را دیدم

بخت بیدار شد و خواب زلیخا دیدم

ترجمہ: دل کے پردہ میں، مَیں نے اپنے یوسف (محبوب) کو دیکھ لیا ہے میرا بخت بیدار ہوا اور میں نے زلیخا کا خواب دیکھا۔

قبلۂ عالم نے مولوی صاحب کو حکم دیا کہ تم کوہِ حیات پر دادا حیات قلندر قدس سرہٗ کے مزار کی بارہ سال خدمت کرنے کے بعد دوسری ذی الحجہ تک کعبہ شریف پہنچ جانا وہیں ہم تم کو مل جائیں گے۔ مولوی صاحب اسی وقت حکم پاتے ہی روانہ ہو گئے اور حضور واپس تشریف لا کر بدر الدین صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے۔

ایفائے وعدہ: یوں تو بدر الدین صاحب کے مکان پر ہر وقت ارادت مندوں کا اژدہام رہتا تھا منجملہ ازاں اُسی بستی میں ایک ضعیفہ امامن نامی بھی رہتی تھی جس کو حضور نے عالم رؤیا میں مرید فرمایا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ ہم کسی وقت تیرے یہاں آئیں گے۔ امامن کے صرف ایک لڑکا تھا جو کمسنی میں انتقال کر گیا تھا۔ امامن نے ارمان کی وجہ سے اپنے لڑکے کی شادی بھی کر دی تھی اور ایک دس برس کی عمر کی لڑکی بیاہ لائی تھی جو شادی کے ایک سال بعد بیوہ ہو گئی تھی اور سرکار والا جاہ نے امامن کی دستگیری اور تشفی کے ساتھ اسی موقع پر اُس کمسن بیوہ پر بھی ایسی چشم عنایت کی اور کچھ اس طرح غلامی میں داخل فرمایا کہ اسی کمسنی کی عمر سے سرکار کی شیفتہ و فریفتہ ہو کر تمام دنیا سے بیگانہ ہو گئی۔ ہمہ وقت تصورِ وارثِ عالم نواز میں مکیف۔ حتیٰ کہ اپنی جوانی بھی وارث کی محبت میں قربان کر دی۔ امامنؔ وارثیہ اپنی بہو وارثیہ کے ہمراہ چرخہ کات کر سوت فروخت کرتی تھی اور دونوں کے لیے یہی گزارہ کا ذریعہ تھا۔

جب سرکار عالم پناہ کی تشریف آوری کا نہر آباد میں چرچا ہوا تو امامن بھی زلیخا وار اپنے یوسف کی تلاش میں نکلی اور بدر الدین صاحب کے مکان پر پہنچی۔ دیکھتے ہی

اپنے وارث کو پہچان گئی اور سرکارِ والا جاہ نے بھی نہایت شفقت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''امامن تم آ گئیں۔'' امامن فرطِ محبت سے بے اختیار ہو گئی اور قدموں پر نثار ہو ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور اب اپنا وعدہ پورا فرمائیے اور غریب کی جھونپڑی کو بھی اپنے قدموں سے زینت بخشئے۔ حضور نے بھی امامن کی استدعا کو حسب وعدہ قبول فرمایا اور ارشاد کیا کہ ''اچھا کل تمہارے یہاں آئیں گے'' امامن یہ مژدۂ جاں فزا سن کر خوشی سے مکیف ہو گئی اور بے اختیارانہ انداز میں گھر پہنچی اور بہو کو خوش خبری سنائی کہ کل حضور قبلۂ عالم ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمانے کے لیے ہماری جھونپڑی میں تشریف لائیں گے۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ایک فکر یہ ضرور ہے کہ حضور کی دعوت کا سامان ہماری بیچارگی اور محتاجی میں حسب دلخواہ نہ ہو سکے گا۔ یہ سن کر پہلے تو بہو بھی کچھ ملول خاطر نظر آئی مگر پھر کسی غیر معمولی بھروسہ پر شاد کام نظر آئی اور جواب دیا کہ ہماری غریبی اور محتاجی تو اظہر من الشّمس ہے جب سرکار نے ہم غریبوں کی استدعائے دعوت قبول فرما کر ہماری اس جھونپڑی کو عزت بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے تو یقین جانو کہ سامانِ دعوت کے انتظام میں بھی خود ہی انتظام فرما کر ہماری لاج رکھیں گے۔ تم کچھ فکر نہ کرو کیونکہ ہم لاوارثوں کے وہی وارث ہیں۔

چنانچہ شب کو جب امامن کی بہو سامانِ دعوت کی خیالی دنیا میں مصروف کار تھی اور سرکارِ والا جاہ کے تصور سے اپنی آرزوؤں کا اظہار کر رہی تھی کہ اسی عالم میں کیا دیکھتی ہے کہ قبلۂ عالم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ''وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ'' (جس نے اللہ پر بھروسہ کیا بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے) اور فرمایا کہ ''تم ایک حجرہ پاک وصاف کر کے اللہ کے نام پر بند کر دو اور جس چیز کی ضرورت ہو اپنے حسبِ دلخواہ وہاں سے لے لو'' یہ حکم فرما کر رخصت ہو گئے اور وہ وارثیہ یکا یک اپنی خیالی دنیا سے ہوش میں آ گئی اور سرکار کے حکم کے

مطابق فوراً ایک حجرہ درست کر کے اور ''یا وارث'' کہہ کر بند کر دیا۔

صبح کو وہ ضعیفہ فرش فروش و نیز دیگر سامانِ ضروری کے لیے انتہائی پریشان تھی کہ بہو نے کہا کہ اے مادرِ مہربان تم کیوں اور کس کے لیے پریشان ہو ہر قسم کا سامانِ مہمانداری سرکار کے صدقے میں مہیا ہے۔ یہ کہہ کر ضعیفہ کو ہمراہ لے کر اس حجرہ میں گئی اور یا وارث کہہ کر دروازہ کھولا ضعیفہ کی حیرت کی انتہا نہ تھی جبکہ اس نے دیکھا کہ حجرہ کے اندر ایک عجیب و غریب دنیا ہے اور ہر قسم کا سامان مع حسین عورتوں کے اور لڑکوں کے مہیا ہے اور سب حکم کے منتظر ہیں۔ ضعیفہ پر ایک عالمِ محویت طاری ہو گیا تو بہو نے کہا کہ اے مادرِ مہربان آپ اس قدر تعجب نہ کریں کیونکہ ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔ اب آپ جائیں اور بھائی بدر الدین صاحب سے کہہ دیں کہ وہ تمام بستی میں اعلان کرا دیں کہ امامن چرخہ والی کے یہاں آج وارثِ عالم نواز جلوہ فرما ہوں گے۔ ہر کس و ناکس مع اہل و عیال اس جشن مسعود میں شریک ہو۔ چنانچہ امامن اس مخاطبت سے ہوش میں آ گئی اور بدر الدین صاحب کے مکان کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں پہنچ کر بدر الدین صاحب کو بہو کا پیغام پہنچایا۔ چونکہ بدر الدین صاحب امامن کی معاشی حالت سے کما حقہ آگاہ تھے اس لیے ان کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنے بڑے مجمع عام کی دعوت کا انتظام کس طرح کرے گی۔ بالآخر انھوں نے امامن سے دریافت کیا کہ چونکہ میں تمہاری ناداری سے بخوبی واقف ہوں اس لیے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے وسیع پیمانہ پر مہمان داری کا انتظام کس طرح انجام پذیر ہوگا۔ امامن نے جواب دیا کہ بھائی ہمارا تمہارا سب کا وارث ہی وارث ہے وہ چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے اور تم تو بھائی ہو تو تم سے کیا پردہ ہے؟ اس لیے اگر اطمینان خاطر منظور ہو تو میرے ساتھ میری جھونپڑی تک تشریف لے چلو۔ بدر الدین صاحب امامن کے ساتھ اس کی جھونپڑی پر گئے۔ امامن نے بدر الدین صاحب کو دروازہ پر

کھڑا کر کے بہو کو واقعہ بتلایا۔ بہو نے کہا کہ وہ میرے بھائی ہیں ان سے کیا پردہ ہے۔گھر میں بلالو۔ چنانچہ بدرالدین صاحب جب جھونپڑی میں گئے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ امامن کا مکان جس کو باہر سے جھونپڑی دیکھ کر آئے تھے اندر ایک عالی شان محل کا نمونہ نظر آتا تھا۔ ہر موقع پر متعدد کمرے ساز و سامان سے آراستہ مکلف فرش سے پیراستہ، ہر سامانِ ضرورت قرینہ سے اپنی جگہ پر مزّین، خادمان وکارکنان بہترین لباس سے مکلّف اور معروف کار، جن کی صورتیں، لباس، طرزِ تکلم عام انسانوں سے مافوق۔ یہ تمام سامان دیکھ کر بدرالدین صاحب مبہوت ہو گئے۔

امامن کی بہو نے جب بدرالدین صاحب کو اس قدر محویت کے عالم میں دیکھا تو یوں مخاطب ہوئی کہ بھائی بدرالدین آپ بھی تو اسی وارث کے نوازے ہوئے ہیں جس کی کہ میں ہوں اس لیے تعجب کی کیا بات ہے۔ بدرالدین صاحب نے اپنی خود فراموشی کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ بہن تمہارا کہنا سچ ہے مگر میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میرے وارث کی ادنیٰ کنیز کا یہ مرتبہ ہے۔ بہن میں اب سب کچھ سمجھ گیا۔ میں ابھی بموجب فہمائش تمام بستی میں اعلان کرتا ہوں۔ اس کے ماسوا اگر میرے لائق کوئی اور کارِ خدمت ہو تو بتلایا جائے۔ تو اس نے جواب دیا کہ بھائی بہتر ہوتا کہ آپ تمام مہمانوں کی معیت میں حضور کے استقبال کو جاتے اور قبلۂ عالم کو میری جھونپڑی تک پہنچا کر خود بھی شریک عوت ہوتے۔ بدرالدین صاحب نے بخوشی اس استدعا کو بھی قبول فرمایا اور بستی میں اعلان کرا کے مہمانوں کو جمع کر کے اس پالکی کو جو سرکارِ والا جاہ کے لیے قدرتی طور پر مہیا ہوئی تھی اور جس کی آرائش و قیمت کا اندازہ مشکل تھا ہمراہ لے کر اپنے مکان واپس آ گئے اور امامن کی طرف سے سرکار میں عرض کی۔ حضور فوراً کھڑے ہو گئے اور پالکی میں سوار ہو کر عجب شان و اہتمام سے امامن کی جھونپڑی پر رونق افروز ہوئے۔ امامن کی جھونپڑی پر ہزار مرد و زن کا ہجوم تھا۔ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ ہر شخص

کسی نامعلوم مسرت سے از خود رفتہ ہو رہا تھا۔ امامن اور اس کی بہو دیدار یار، جمال وارث سے اپنے آئینۂ دل میں ایسی جلا محسوس کر رہی تھیں کہ تمام دنیا مجلاّ نظر آتی تھی اور نگاہیں بامِ حقیقت سے ٹکرا ٹکرا کر وارثِ حقیقی سے ہمکنار تھیں۔ حضور کی اجازت سے مہمانوں کے لیے دستر خوان بچھایا گیا۔ امامن کی بہو کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہر شخص کھانا کھانے کے بعد برتن بھی جو نہایت خوبصورت اور قیمتی تھے اپنے ساتھ لے جائے۔ کوئی شخص یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ امامن چرخہ والی کے یہاں دعوت کھا رہا ہے یا کسی بادشاہ کے یہاں۔ غرضیکہ نہر آباد میں سرکار کے لطف و کرم کی ایسی نہریں جاری ہوئیں کہ کوئی تشنہ نہیں رہ گیا اور امامن اور اس کی بہو کو تو معلوم نہیں کیا عنایت ہوا۔ صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمْ

حضور قبلۂ عالم بعد چندے نہر آباد سے میسور روانہ ہونے لگے تو بستی بھر میں کہرام مچ گیا۔ ہر شخص حضور کی جدائی کے تصور سے بے چین تھا۔ حضو نے سب کی تشفّی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''وہ مرید ناقص ہے جو پیر کو دور سمجھے اور وہ پیر ناقص ہے جو وقت پر کام نہ آئے'' اور اس طرح بھی فرمایا کہ ''اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو لاکھ کوس پر بھی میں تمہارے پاس ہوں۔''

شہر کویم بتور اجنّہ کی آبادی: سرکارِ والا جاہ نہر آباد سے عبداللہ کی معیت میں میسورؔ اور پھر میسورؔ سے شہر کویمؔ بتور جہاں اجنّہ فاضل شاہ، محمد شاہ، میمون زنگی، سفیشیاو، ہدوش، فہموش، سرطوش وغیرہ کو مع ان کے اراکین ولشکریان کے حلقہ بگوشی کا فخر عنایت کیا۔

مقام تنیاری: پھر وہاں سے مقام تنیاری جہاں ایک زبردست بت خانہ تھا، تشریف لے گئے۔ اس بت خانہ میں ایک سہ منزلہ حوض تھا جس سے تمام اہل تنیاری پانی پیتے تھے مگر چونکہ مسلمانوں سے انتہائی تعصب تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو

سخت تکلیف تھی۔ حضور قبلۂ عالم نے اسی بت خانہ کے قریب قیام فرمایا اور واقعات سمجھ کر حوض کی جانب کچھ عجب انداز سے نگاہ کی کہ حوض کا تمام پانی خشک ہو گیا اور بالآخر تمام ہندو پجاری مسلمان ہو کر داخل سلسلہ ہو گئے۔

ترچنا پلی: اور سرکار عالم پناہ وہاں سے ترچنا پلی روانہ ہوئے اور وہاں نصر اللہ خاں وسعد اللہ خاں سوداگران کے مکان پر قیام پذیر ہوئے اور اہل قصبہ کو کچھ روز سرفرازی بخشی اور پھر وہاں سے جانب کوہ پڑنی گری روانہ ہوئے۔

کوہ پڑنی گیری: یہ وہ مقام ہے جہاں پر ایک دیو جس کا نام شیر زردیو تھا، کی حکومت تھی۔ وہ ہندو مسلمان سب سے اپنی پرستش کراتا تھا اور ایسا طلسم بنا رکھا تھا کہ ہر شخص اس کا تابعدار تھا اور اس کے طلسم میں مسحور تھا۔ حضور قبلۂ عالم نے وہاں پہنچ کر ایسا سحر محبت جگایا کہ اس کا سارا طلسم بگڑ گیا اور تمام ہندو مسلمان حلقہ بگوش ہو گئے اور پھر وہاں سے حضور جانب کوہ اُدیہ گیری تشریف لے گئے۔

کوہ اُدیہ گیری: یہ وہ مقام ہے جہاں حب علی مجذوب وارثی بلخی کا مزار ہے۔ اور وہاں کے باشندے اس مجذوب کی پیشین گوئی کے باعث حضور کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور وہاں شاہ ریاض الغیب کا بھی مزار ہے جو اپنی بادشاہت پر لات مار کر فقیر ہو گیا تھا۔ اس پہاڑ کے بیشتر تیرہ وتار غاروں میں بڑے بڑے عبادت گزار بزرگ پائے جاتے تھے جو سب حضور والا کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔

چنانچہ حضور والا نے کوہ ادیہ گیری پہنچ کر ہر طالب حق کو وہ فیوض و برکات تفویض فرمائے کہ سب کی سیری ہو گئی اور کوئی ناشاد نہیں رہ گیا۔ اور پھر وہاں سے کوہ حیات اور وہاں سے ملک مالا بار ہوتے ہوئے کلی کوٹ وغیرہ ہوتے ہوئے راجہ سامودری اور اس کی قوم کو داخلِ غلامی فرماتے ہوئے بمبئی پہنچے۔

سیاحت: حضور کی تمام زندگی زیادہ تر سیاحت میں گزری اور پیادہ روی

زیادہ پسند تھی اور یہی وجہ ہے کہ مکمل سوانح حیات دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ گو سوانح کے تحت لاتعداد کتابیں مختلف زبانوں میں مختلف واقعات کے ساتھ طبع ہوئیں مگر بمصداق فکر'' ہر کس بقدر ہمت اوست'' جتنا جس کو علم ہوسکا اس نے نقل کیا مگر سوانح حیات نامکمل رہی۔

اس لیے سوانح حیات کے متعلق اس قدر عرض کرنا کافی ہے کہ حضور قبلۂ عالم نے چھیاسی یا اٹھاسی سال اس دنیا میں اُس وارثِ حقیقی کی قدرتوں کے وہ مشاہدے کرائے کہ دنیا نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

وصال شریف: یہ بھی مصدقہ ہے کہ حضور والا نے تادم واپسیں اپنے خُم خانۂ محبت سے دنیا کو جام محبت عنایت فرمائے اور بالآخر یکم صفر ۱۳۲۳ھ ہجری کو اپنے آباؤ اجداد کی یہ سنت بھی ادا فرمائی کہ حدودِ تعینات سے گزر کر اُس نقطۂ سرمدی سے واصل ہوگئے جو فی الحقیقت موجود مطلق اور وارثِ حقیقی ہے۔

رازِ حقیقت کی دراصل حقیقت یہ ہے کہ جو قطرہ دریا سے جدا ہو کر قطرہ کہلایا تھا دریا میں واصل ہو کر دریا ہوگیا اور یہی وجہ ہے کہ وارث کے پرستار وارث کو زندۂ جاوید اور باقی گردانتے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ صاحبِ دل اصحاب جن کو اس وارث عالم نواز سے سچی محبت ہے اور حقیقی عقیدت ہے اور ان کی چشمِ دل بینا ہے اب بھی وارث ہی کے جلوؤں سے دنیا کو منوّر پاتے ہیں اور ہر وقت اور ہر جگہ اپنے وارث کو دیکھتے ہیں اور جملہ فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

☆

حِصّہ ثانی

ندائے غیبی

و

حدیثِ محبت

(ملفوضاتِ وارث، تعلیماتِ وارث)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چونکہ اللہ جل شانہٗ نے اس کائناتِ عالم کی نمود کا باعث صرف محبت کو قرار دیا ہے اس لیے یہ بھی ضروری تھا کہ اس کائنات کا اختتام بھی محبت پر ہو۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے دنیا کے آخری دور میں اپنے حبیب کی نسل سے ایک خصوصی ذاتِ نادرہ کو اپنے عاشق کی حیثیت سے اپنے حبیب کی خصوصیات کا وارث اور اپنی صفاتِ نادرہ کا مظہر اور ہم نام بنا کر و نیز لباسِ عاشقی سے مستند و آراستہ و حسنِ مکمل سے پیراستہ فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ جس کی ہر ادا ہر اشارہ محبت سے مملو، جس کا ہر کلام اور ہر لفظ بولتا ہوا جادو اور پُر تاثیر ہے اور خصوصاً کلامِ الٰہی اور حدیث نبوی کی بیّن تفسیر ہے جس طرح ندائے غیبی (یعنی) اللہ کی پکار یا اللہ کا کلام، اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے الفاظ کی صورت میں ظاہر ہو کر کلام اللہ کہلائی اور پھر اسی کلام اللہ کی تشریح و تفسیر بھی اسی اللہ کے حبیب کی زبانِ مبارک سے الفاظ کی صورت میں ظاہر ہو کر حدیث کہلائی۔ (یعنی) کلام اللہ اور حدیث نبوی میں صرف ظاہری

ناموں کا فرق ہے مگر حقیقتاً مخزن اور مفہوم دونوں کا ایک ہے اور اسی طرح اللہ کے عاشق اور اللہ کے حبیب کے حبیب اور وارث کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ بھی گو بظاہر حدیث یا ملفوظاتِ وارث کہے جائیں مگر حقیقتاً مفہوم کے لحاظ سے کلام اللہ اور حدیث نبوی کی کھلی ہوئی اور محبت بھری تشریح ہے اور خصوصیت یہ ہے کہ محبت کی تاثیر کے ساتھ توفیق اور ہدایت کے نمایاں اعجاز سے وابستہ ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس اعجاز کا امتحان کرنا چاہے تو میں اپنے تجربہ اور یقین کی بنا پر یقین دلاتا ہوں کہ وہ شخص اپنی خوش عقیدگی اور محبت سے حضرت مرشدنا وسیدنا وارثِ عالم نواز کے ان ملفوظات کی تلاوت کو روزانہ ایک وقت معینہ پر مداومت کرنے کو معمول بنالے تو یقیناً بہت جلد اس کے دل کی دنیا میں عجیب وغریب انقلاب آجائے گا اور بہت ممکن ہے کہ اس شخص کا شمار خدا کے صالحین اور مقرب بندوں میں ہو جائے۔

ولکن اللہ یھدی من یشاء وھوا علم بالمھتدین

وما علینا الا البلاغ

محبوب شاہ وارثی ہندی العربی



حدیثِ محبت

یعنی

(ملفوظاتِ وارث)

چونکہ یہ کثیر التعداد جماعت وارثیہ خصوصیات وارثیہ میں دوصورتوں پر منقسم ہے اس لیے صورتاً شانِ تفصیلی کے ساتھ ذکر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ایک جماعت وارثیہ جو تعداد میں کم ہے ملقب بہ فقراء خرقہ پوش ہے اور دوسری جماعت دنیاداروں کی ہے جو داخلِ سلسلہ ہونے کی حیثیت سے وارثی ہے۔

چنانچہ ملفوظاتِ سرکار وارثِ عالم پناہ میں ارشاداتِ عالیہ بھی اسی رعایت سے صادر ہوئے ہیں۔ اس لیے یہاں سب سے پہلے وہی ارشادات نقل کیے جارہے ہیں جن کی مخاطبت صرف فقراء خرقہ پوشان کی طرف ہے اور احکامات کے تحت صادر ہوئے ہیں لیکن اس میں بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) احکامات خاص و (۲) احکامات عام۔

(۱) احکامات خاص وہ ہیں جو خصوصی فقرا کو مجاہدات کی صورت میں صادر ہوئے ہیں (مثلاً) کسی کو آنکھ بند کرنے کا اور کسی کو خاموش رہنے کا یا کسی کو متروکات قطعی سے (یعنی) مثلاً تخت، مونڈھا، کُرسی، پلنگ وغیر پر بیٹھنے کی اجازت اور کسی کو ترکِ حیوانات ونباتات کا حکم ہوا اور (۲) احکامات عام وہ ہیں جو عام خرقہ پوشوں کے لیے بغیر امتیاز واختصاص بطور دستور العمل تعمیل کا حکم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ صرف احکامات عام نقل کئے جارہے ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ اور احکاماتِ وارثیہ

برائے

عام فقرائے وارثی

فرمودات

(۱) فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہیے کہ وہی کرے جو معشوق کی مرضی ہو نہ اس سے مانگے اور نہ انکار کرے، اسی کا نام تسلیم و رضا ہے۔

مندرجہ بالا فرمان میں حضور قبلۂ عالم نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ فقیر کا دوسرا نام عاشقِ خدا ہے۔ اس لیے ناظرینِ کتاب ہذا اس کا خیال رکھیں کہ جس جگہ عاشق کے محاسن بیان ہوں تو اس کی مخاطبت فقیر ہی سمجھیں۔ بلکہ یوں ذہن نشین کریں کہ حضور وارثِ عالم نواز نے اس تعلیمی احکامات کے پردہ میں ایک طرف تو عوام کو فقیر کی شناخت کے لیے تمیز عنایت فرمائی ہے اور دوسری طرف فقیر کی اصلاح کے لیے تعلیم مدِ نظر ہے۔ چنانچہ فقیر کو حکم دیا کہ ''عاشق کو چاہیے کہ وہی کرے جو معشوق کی مرضی ہو'' مطلب یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل فقیر کا فرض اولین ہے۔ اور ساتھ ہی جو ارشاد ہوا کہ ''نہ اس سے مانگے اور نہ انکار کرے'' اس کا مقصد یہ ہے کہ خواہشات سے کنارہ کش ہو کر راضی بہ رضا رہے۔ اور پھر تشریح کے ساتھ اس طرح بھی ارشاد ہوا کہ

(۲) عشق تین حرفوں سے مرکب ہے۔ ع۔ ش۔ ق عین سے عبادتِ الٰہی مقصود ہے اور شین سے پابندیٔ شرع شریف اور قاف سے قربانی نفس'' اور پھر اس طرح بھی وضاحت فرمائی کہ

(۲) عاشق کی شروع میں عین ہے اور شرع کے آخر میں عین ہے۔'' یہ اشارہ اس طرف ہے جو کوئی شرع شریف کے درجات آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ کمال یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے'' اور یوں ہی قطعی طور پر فرمایا:

(۴) کہ ہر شخص پر اتباع سنت لازم ہے و پابندئ شریعت ضروری ہے۔ اس جگہ لفظ (ہر شخص) سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ کوئی وارثی شریعت سے مبرّا نہیں ہے بلکہ خاص طور پر وہ وارثی جو لباس فقیر سے آراستہ ہو اور اپنے کھانے پینے و نیز اپنی تمام ضروریات اور خواہشات سے باخبر ہو اس پر تو پابندئ شریعت ضروری ہے۔ بلکہ جو فقیر بے ہوش کہا جاسکتا ہو تو اس پر بھی سرمد علیہ الرحمۃ و شمس تبریز اور منصور علیہ الرحمۃ کی طرح احترام شریعت لازمی ہے۔

متعلقہ ممانعتِ کسب و متعلقہ تصدیق۔

(۵) جس نے کسب و اسباب کو ذریعہ بنایا وہ فقیر نہیں ہے۔

(۶) اہلِ تصدیق کسب نہیں کرتے۔

(۷) کسب و اسباب پر بھروسہ رہے گا تو تصدیق محال ہے۔

(۸) فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طلب اس کو غیب سے پہنچے۔

(۹) جب فاقے ہوں تو ضبط کرے۔

(۱۰) اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو جائے تو زبان پر نہ لائے اور اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔

(۱۱) فقیر کو سلام حرام ہے۔

(۱۲) بڑی فقیری یہ ہے کہ مر جائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔

(۱۳) ہاتھ نہ پھیلائے بلا مانگے دے تو لے لے۔

(۱۴) اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے، چاہے مرجائے خدا سے بھی نہ کہے چاہے کتنی ہی تکلیف ہو۔
کیا اللہ نہیں دیکھتا۔ کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوس پر بھی ہو تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے (دل کی طرف اشارہ فرما کر) تو وہ جو تمہارے اندر ہیں فکر نہیں کریں گے۔

(۱۵) فقیر کو چاہے اللہ سے بھی نہ مانگے کیا وہ نہیں جانتا جو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

(۱۶) دعا مانگنا رضا و تسلیم کے خلاف ہے۔

(۱۷) فقیر کو چاہیے نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مذہب عشاق میں کفر ہے۔

(۱۸) فقیر کو چاہیے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجالائے۔

(۱۹) فقیر رضا و تسلیم پر قائم رہے اور بالکل لاطمع رہے۔

(۲۰) فقیر کو لازم ہے کہ بجز خدا کسی پر بھروسہ نہ کرے۔

(۲۱) فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دے دے۔

(۲۲) فقیر کو کسی سے ناخوش نہ ہونا چاہیے اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی خوش ہے یا ناخوش۔

(۲۳) گنڈا، تعویز، دعا، بددعا کچھ نہ کرے۔

(۲۴) فقیر نہ دوست کے لیے دعا کرے نہ دشمن کے لیے بددعا کرے کیونکہ دوست دشمن کا پردہ ہے۔

(۲۵) دشمن سے بدلہ نہ لے۔ دشمن کے ساتھ سلوک کرے۔ شیرِ خدا کی سنت ہے۔

(۲۶) فقیر وہ ہے جو اکنگ رہے۔

(۲۷) فقیر جورو، بچوں کی محبت میں نہ پھنسے۔

(۲۸) دنیا کی عورتوں کو اپنی ماں بہن سمجھے۔

(۲۹) فقیر کو چاہیے کہ کسی کی چیز کو خیانت سے نہ دیکھے۔

(۳۰) فقیر وہ ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو۔

(۳۱) فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس بجز خدا کے کچھ نہ ہو۔

(۳۲) فقیر وہ ہے جو اپنی بستی میں رہ کر خویش واقربا کا ممنون نہ ہو۔

(۳۳) عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولا، ترک، ترک اور اپنا تو فراق ہے۔

(۳۴) جوگ نفس کشی کو کہتے ہیں اور نفس کشی لازمی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں آپ کی تعلیم موجود ہے۔ "لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ"
(ترجمہ: تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنا محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کردو۔) یعنی جس سے محبت کرتے ہو اس کو ترک کردو۔ تو بتاؤ محبوب تر شے کیا ہے عرض کیا گیا کہ جان بہت عزیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ بسا اوقات انسان جان دینا بھی آسانی سے گوارا کر لیتا ہے اس لیے مِمَّا تُحِبُّوۡنَ سے مراد انسان کی عافیت ہے جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔ بس فقیر کو چاہیے کہ سامانِ عافیت ترک کردے اور خیالِ عافیت کو دل سے نکال دے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے۔

(۳۵) مرجانا مگر سوال نہ کرنا خدا کی محبت میں مٹ جانا، مال اسباب جمع نہ کرنا، وضع کے پابند رہنا، تکلیف کی شکایت نہ کرنا۔ تکلیف وراحت سب خدا کی جانب سے ہے پھر شکایت کس سے کرو گے؟

(۳۶) معشوق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میسر آتی ہے؟

(۳۷) اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے۔

(۳۸) عشق میں سر دے تو یہ مہم سر ہے۔

(۳۹) بڑی بات یہ ہے کہ فقیر اپنی بستی میں نیک نام ہو۔

(۴۰) مقام حیرت میں فقراء برسوں پڑے رہتے ہیں ؎

چہ شبہا نشستم دریں دیر گم

کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم

(کئی راتیں میں اس کے عرفان ذات کی معرفت کے اندر گم رہا۔ پھر حیرت نے مجھے میری آستین سے پکڑا اور کہا اُٹھ کھڑا ہو۔)

اس کے بعد منزلِ فیض و نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔

(۴۱) جب ماسوا اللہ کچھ نہیں رہا تو فقیر ہو گئے۔

(۴۲) اپنی تکلیف کو کسی سے بیان نہ کرے خدا سب دیکھتا ہے۔

(۴۳) فقیر وہ ہے کہ جو نہ کسی کی مِلک ہو اور نہ کسی چیز کا مالک ہو۔

(۴۴) فقیر وہ ہے کہ جس کی کوئی سانس خالی نہ جائے (عرض کیا گیا کس سے) ارشاد ہوا۔ اللہ سے۔

(۴۵) (اکثر تہبند مرحمت فرماتے وقت) لو یہی لباس زندگی ہے یہی تمہارا کفن ہے۔

(۴۶) فقیر مر جائے تو اِسی تہبند میں لپیٹ کر دفن کر دو۔ یہی اس کا کفن ہے۔

(۴۷) فقیر کا جس جگہ انتقال ہو اسی جگہ دفن کر دو اور اگر مجبوری سے دوسری جگہ لے جانا ہو تو پلنگ پر نہ لے جائے اور کفن میں تہبند دے کر دفن کر دو۔

(۴۸) ٹوپی و جوتا تو فقط آرام کے لیے پہنتے ہیں اور فقیر کو آرام و تکلیف سب برابر ہے ٹوپی جوتا جس طرح دنیادار کے لیے ضروری ہے اسی طرح فقیر کے لیے جھگڑا۔

(۴۹) ادب یہ ہے کہ راہِ طلب میں فقیر ننگے سر اور ننگے پیر رہے۔

(۵۰) ہم تکیہ کو پسند نہیں کرتے فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو فقیر ہے۔ ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔

(۵۱) تخت، مونڈھا، پلنگ، کرسی پر نہ بیٹھنا اس پر بیٹھنے سے رعونت آتی ہے۔ انسان کا خمیر خاک سے ہوا ہے اور خاک ہی میں اس کو ملنا ہے تو فقیر کو چاہیے کہ انجام کو دیکھے اور زمین ہی کو اپنا بستر بنائے۔ فقیر ہمیشہ زمین پر سوتے ہیں۔ زمین پر بیٹھنا خاکساری کی دلیل ہے۔ زمین پر بیٹھنا اور زمین پر سونا ہمارے باپ دادا کی سنت ہے۔ (ایک میلاد خواں نے جو تہبند پوش تھا میلاد خوانی کے وقت چوکی پر بیٹھنے کی اجازت چاہی تو حضور نے ناپسند فرمایا۔) اور فرمایا کہ جائے نماز یا ممتاز فرشِ طاہر پر بیٹھ کر پڑھا کرو۔

(۵۲) تقریبات، شادی وغمی میں شرکت نہ کرنا۔ نماز میں امامت نہ کرنا۔

(۵۳) مکان نہ بنانا چند دن کی زندگی کے لیے مکان بنانا فضول ہے۔

(۵۴) سیاحت کے لیے سواری کا انتظام بیکار ہے۔

(۵۵) مال و زر فقیر کو نہیں چاہیے۔

(۵۶) زر، زن اور زمین جھگڑا ہے اس کو چھوڑ دو تو آزاد ہو۔

(۵۷) گمنامی کو دوست رکھو اور شہرت سے بچو۔

ارشادات مندرجہ بالا وارثی خرقہ پوش کے لیے حکماً صادر ہوئے ہیں جس کی تعمیل ہر وارثی خرقہ پوش کا فرض اولین ہے۔ جو عامل ہیں وہ راہ پر ہیں باقی گمراہ یا خود ساختہ ہیں۔ اس کے بعد ارشادات عالیہ اور تعلیمات وارثیہ متعلقہ وضاحت منزل فقر نقل ہوتے ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ

(متعلقہ وضاحتِ منزلِ فقر)

ارشادات

۱. سلسلۂ فقر اہلِ بیت کرام سے ہے۔
۲. فقیری بی بی فاطمہؓ سے ہے اور امام حسین علیہ السلام نے یہ فیض جاری کیا۔
۳. تسلیم و رضا بی بی فاطمہؓ اور دونوں صاحبزادوں کا حصہ ہے۔
۴. حضرت امام حسین نے ایک رضائے معشوق کے لیے تمام خاندان کو میدانِ کربلا میں شہید کرا دیا۔ کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ رمز عاشقی و معشوقی نازک ہے۔
۵. فقیر تصدیق کے بعد مستغنی ہو جاتا ہے۔
۶. فقیر کا خدا عاشق ہوتا ہے۔
۷. عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کر دے۔
۸. یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔
۹. عاشق یار سے خبردار اور موجودات سے بے خبر ہوتا ہے۔
۱۰. رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔
۱۱. جس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے وہ عشق سے بے خبر ہے۔
۱۲. عشق اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ جہاں حضرتِ عشق آئے وہاں علم و عقل کا

کام نہیں رہتا۔

(۱۳) عشق جس کسی کو ملا ہے پنجتن پاک سے ملا ہے۔

(۱۴) معرفت کسبی چیز نہیں ہے محض وہبی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت دے دے کسی کا اجارہ نہیں ہے۔

(۱۵) سنا سنا آنکھ بند کرنے اور سانس روکنے سے حق حق کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کو خدا چاہتا ہے اپنی معرفت دیتا ہے یہاں کسب کا کام نہیں۔

(۱۶) محنت اور ریاضت سے دوسرے فائدے ہوتے ہیں۔ مزدور کی مزدوری ضائع نہیں ہوتی جو علم وعمل سے تعلق رکھتے ہیں مگر من تو شدم تو من شدی۔ یہ کام عشق کا ہے اور عشق پر کسی کا زور نہیں (اُس کے بعد یہ شعر پڑھا) ؎

بلبل و گل را ہوائے دیگر است
من نمی دانم کدامے دلبر است

(ترجمہ: بلبل اور پھول کی خواہشات جدا جدا ہیں۔ میں نہیں جانتا معشوق کون ہے۔)

(۱۷) مذہب عشق میں کفر واسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔

(۱۸) جس کو معشوق چاہتا ہے اپنے عشق کی زنجیر میں جکڑ دیتا ہے۔

(۱۹) عاشقی ایک ملامت ہے۔ انسان دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مرجاتا ہے اسی فراق میں تو مزہ ہے ورنہ کچھ نہیں۔

(۲۰) منزلِ عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔

(۲۱) عشق میں انتظام نہیں۔

(۲۲) عاشق کی سانس بلا کسب وذکر عبادت ہے۔

(۲۳) عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کی یہی نماز یہی روزہ ہے۔

(۲۴) معشوق کی جفا کو بھی عاشق عطا سمجھتا ہے۔

(۲۵) عاشق کو خدا معشوق کی صورت میں ملتا ہے۔

(۲۶) عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے وہ بجا ہے اور جو تعظیم کرے سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقام تسلیم و رضا ہے۔ عاشق کو چارہ نہیں۔ عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کرسکتا ہے۔ نہ وہ گنہگار ہے نہ اس پر عذاب وثواب ہے۔ **"لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید"** (لیلیٰ کو دیکھنا ہے تو مجنوں کی آنکھ سے دیکھ)۔ پس دوسرا وہ آنکھ نہیں پاسکتا۔

(۲۷) تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اور اس میں گم ہو جانے کو وصال کہتے ہیں۔ خودی میں نہ رہنا ہی کمال ہے۔ عُشاق جب اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب آفتاب فلک پر نور افشاں ہوتا ہے تو ستارے مخلوق کی نظر سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کواکب کا وجود آسمان پر ہے اسی طرح عُشاق کا وجود معشوق میں بفحوائے "من كان لله كان الله له" (جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوگیا)۔ عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ بس اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ آفتابِ حقیقی تمام انوار واوصافِ عشاق کو اپنے میں جذب کرلے۔

(۲۸) عاشق کو ایک صورت کے سوا دوسری صورت حرام ہے۔

(۲۹) عاشق دین ودنیا سے بے خبر اور بے نیاز ہوتا ہے۔

(۳۰) عشق ایک بے نظیر معشوق ہے اور محبوب کے محبت کے اثرات اُس میں کیمیا کا اثر رکھتے ہیں۔

(۳۱) عشاق بے خود و غیر مکلّف ہیں اور دنیا دار مکلّف ہیں۔

(۳۲) معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کے لیے ایک راز ہے۔

(۳۳) عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیدہ۔

(۳۴) عاشق سب کو چھوڑتا ہے تو یار سے ملتا ہے۔

(۳۵) عشق میں کوئی غیر نہیں اور بجز یار کسی سے سروکار نہیں۔

(۳۶) جن کا عشق کامل ہے ان کا شوق و جوش، حیات وممات، وصال وفراق میں یکساں ہوتا ہے، نہ اس کے لیے ترقی نہ تنزلی بلکہ ازدیاد نقصان سے مُنزّہ (پاک) ہوتا ہے۔

(۳۷) ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ عاشق نہ ہجر کی شکایت کرتا ہے نہ وصل کی طلب۔

(۳۸) عاشق ایک ساعت بھی اگر معشوق سے غافل رہے گا تو وہ ساعت اس کے لیے بمنزلہ موت ہے۔

(۳۹) عاشق کو چاہیے کہ معشوق کا ایسا فرماں بردار ہو جیسے غلام آقا کا ہوتا ہے (پھر یوں بھی فرمایا) کہ عاشق کا منصب یہ ہے کہ معشوق کے آگے سرِ تسلیم خم رہے۔ جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ بے اختیار ہوتا ہے۔

(۴۰) عاشق کو لازم ہے کہ سر کٹ جائے مگر شکایت نہ کرے کیونکہ قاتل بھی غیر نہیں ہے۔

(۴۱) عاشق ہر چیز میں معشوق کا جلوہ دیکھتا ہے۔

(۴۲) عاشق کا کام رونا ہے۔

(۴۳) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عاشق شکایتیں کرتا اور معشوق سنتا ہے۔

(۴۴) طریقِ عشق میں جو کرے وہ کئے جائے۔ بڑی وضع داری ہے۔

(۴۵) جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں ہے۔
لیلیٰ کے ہزاروں اور یوسف کے لاکھوں چاہنے والے تھے۔ مگر یہ مجنوں اور زلیخا کا حصہ تھا پس جس کا حصہ ہوتا ہے وہی پاتا ہے۔

(۴۶) عاشق جس خیال میں مرتا ہے وہی خیال اُس کا حشر ونشر، قیامت و دوزخ، بہشت بلکہ کثرت جذب میں خود وہی ہو جاتا ہے جس کو عشق و محبت نہیں وہ

اس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس راہ میں چل سکتا ہے۔

(۴۷) خیال میں صورتِ معشوق نقش کرنا چاہیے۔ جو صورت نقش ہو گئی وہی بعد مرگ بھی قائم رہے گی بلکہ اسی کے ساتھ حشر ہو گا۔

(۴۸) عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں فنا ہو جائے۔

(۴۹) تسلیم و رضا تو جب ہے کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہی ہے اور تکلیف بھی عاشق و معشوق کا ایک راز ہے۔

(۵۰) عشاق کو ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے وہ ہر چیز سے اور مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔

(۵۱) عشق کی اُلٹی چال ہے جس کو پیار کرتا ہے اسی کو جلاتا ہے۔ جس کو پیار نہیں کرتا اس کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے۔

(۵۲) عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔

(۵۳) عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔

(۵۴) اگر عاشق کی زبان سے کوئی غلط بات بھی نکل جائے تو اللہ اُس کو سچ کر دیتا ہے۔

(۵۵) عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔

(۵۶) عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔

(۵۷) معشوق کا ترسانا اور حجاب و عتاب ہی رحم و فضل ہے۔

☆

ارشاداتِ عالیہ در تعلیمات وارثیہ

ارشادات

(۱) ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل کو نہ پکڑے۔

(۲) محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

مندرجہ بالا فرمان میں قبلۂ عالم نے یہ تعلیم دی ہے کہ سرکار والا جاہ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے والے کے لیے اول شرط محبت ہے۔ اس لیے حقیقتاً وارثی وہی شخص کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے جس کو سرکار وارثِ پاک سے وہ حقیقی لگاؤ ہو جس کو محبت کہتے ہیں اور محبت کی تعریف میں یوں ارشاد فرمایا۔

(۳) کہ ''محبت کا ادب یہ ہے کہ معشوق کی جس چیز کو دیکھو اچھی معلوم ہو۔''

اس فرمان کے مطابق اب وارثی کو یہ دیکھنا ہے کہ سرکار والا جاہ کی بظاہر وہ کون سی ایسی چیز ہے جس سے آدابِ محبت کے تحت پسندیدگی کا تعلق ضروری ہے یا وہ کون سی ایسی چیز ہے جو سرکار عالم پناہ کی خصوصی یادگار یا خصوصی چیز کہی جاسکتی ہے جس سے آداب محبت کے تحت محبت اور لگاؤ ہر وارثی کے لیے محبت کی دلیل اور صحیح وارثی ہونے کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ قبلۂ عالم نے اپنی غلامی کی سند محبت کو قرار دیا ہے اور اس سند کی صحت اور تصدیق کے لیے اس فرمان کی تکمیل کو شناخت قرار دیا ہے چنانچہ مکرر سہ مکرر اس طرح ارشاد فرمایا۔

(۴) کہ محبت عین ایمان ہے۔

(۵) محبت کرو محبت، محبت ہی سب کچھ ہے۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بیکار ہے۔ دیکھو واقعہ کربلا کو لوگ نماز پڑھتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے مگر محبت دل میں آلِ عبا کی نہ تھی تب تو پرخاش پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوئے، اس فرمان میں بھی قبلۂ عالم نے اس بات کی تصدیق فرمائی ہے کہ جس طرح اہلِ کوفہ بھی جو بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے تھے مگر چونکہ دلوں میں محبت سرتاجِ دوعالم شاہ مدینہ کی نہ تھی اس لیے وہ اس یادگارِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خصوصی نشانی کی تمیز نہ کر سکے۔ اسی طرح ہر وہ وارثی کہنے والا کہ جس کے پاس محبت کی سند کی دلیل موجود نہ ہو حقیقتاً وارثی نہیں ہے۔ قبلۂ عالم نے اپنی خصوصی چیزوں میں بظاہر صرف دو چیزیں دنیا میں ہماری محبت کے امتحان کے لیے چھوڑی ہیں اور وہ دو چیزیں اول (حضور کا لباس) اور دوسری چیز (حضور کا کلام) یعنی ملفوظات ہیں۔ حضور کا نادرہ لباس (یعنی) پیلا احرام ہے۔ جو اس قدر مشہور اور ظاہر ہے کہ ہر غیر وارثی بھی دیکھ کر فوراً شناخت کر لیتا ہے کہ یہ لباسِ وارثِ عالم نواز ہے۔ مگر چونکہ یہ لباس بے شمار مختلف صورتوں میں زیب تن دکھلائی دیتا ہے اسی لیے حضور قبلۂ عالم نے بالتشریح (ہر) کا لفظ استعمال فرمایا ہے تاکہ غلط فہمی نہ ہو اور یہ سمجھ میں آجائے کہ ہر لباس سے محبت کرنے والا ہی میری محبت کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ اس لیے لازم ہو جاتا ہے کہ آداب محبت کے تحت ہر لباس کا یکساں طور پر احترام کرے گو یہ لباس مختلف صورتوں میں زیب تن نظر آتا ہے مگر محبت کرنے والے کی نظر بھی تو لباس والے کی صورت سے آشنا ہے اس لیے وہ ہر صورت میں لباس کے تحت اپنے معشوق ہی کو دیکھتا ہے بلکہ یوں کہتا ہے ؎

ہر لحظہ بشکل دگر آں یار بر آمد

(ہر لمحہ وہ یار (بمصداق کل یوم ھو فی شان) ایک نئے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔

یہ مصرعہ درست نہیں بلکہ ایک شعر کے دو مصرعوں میں سے لیا گیا ہے۔ اصل شعر اس طرح ہے:

ہر لحظہ بہ شکل بتِ عیار برآمد، دل بر دو نہاں شُد
ہر دم بہ لباسِ دگر آن یار برآمد، گہ پیر و جواں شُد

ترجمہ: ہر لحظہ میرا محبوب ایک نئے ہی روپ میں ظاہر ہوتا ہے، دل چھینتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ ہر دم وہ یار کسی دوسرے لباس میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی بوڑھے کے روپ میں اور کبھی جوان کے روپ میں۔) بہ شکریہ راشد عزیز وارثی

وہ جانتا ہے کہ سب نام اسی نام والے کی طرف سے ہیں کہ جس کا نام دل پر نقش ہے اور ورد زبان ہے۔ اس لیے صورت یا نام کی تخصیص یا نئے اور پرانے کی تفریق سے اس کو سروکار نہیں ہے بلکہ اس کے لیے صرف لباس ہی وارث عالم نواز کی وہ خصوصی چیز ہے کہ جس کے باعث وہ بلا امتیاز و اختصاص ہر صاحب لباس کا یکساں طور پر شیدائی ہے۔ خصوصیت برتنے والا گویا سرکار والا جاہ کے فرمان کے مطابق قبلۂ عالم کے نام اور صورت و لباس کا شیدائی نہیں بلکہ کسی دوسرے کا عقیدت مند ہے۔ اس لیے وارثی نہیں ہوسکتا۔ ایک دوسرے ارشاد میں قبلۂ عالم نے اور واضح طور پر فرمایا:

(٦) کہ جس نے فقیر کو خوش رکھا اس نے ہم کو خوش رکھا اور جس نے ہمارے فقیر کو خوش رکھا اس نے ہم کو خوش رکھا اور جس نے ہمارے فقیر کو رنج دیا اس نے بلاشک ہم کو رنج پہنچایا۔ اس فرمان میں بھی تخصیص اور تفریق کے بجائے صرف فقیر کا لفظ استعمال کیا ہے کسی اپنے خصوصی فقیر کی جانب اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ کیونکہ ہر خرقہ پوش اُسی وارث کی نظر انتخاب کی نوازش سے نمونۂ سرکار والا جاہ ہے اس لیے اُس سے محبت، سرکار سے محبت کی دلیل اور اس کا احترام سرکار والا جاہ کا احترام ہے۔

(۷) محبت میں شاہ وگدا کا فرق نہیں ہوتا۔ اس فرمان میں بھی تفریق کی ممانعت کا حکم صادر ہو رہا ہے (یعنی) بجز وارث کے نام اور بجز وارث کے تصور، نئے یا پرانے یا خصوصی کی تفریق وارث پاک کی محبت سے جدا کرتی ہے۔ یہاں سب برابر ہیں۔ دوسری چیز حضور قبلۂ عالم کا کلام (یعنی) ملفوظات ہیں۔ حضور کے کلام کی طرف توجہ اور حضور والا کی تعلیمات پر عامل ہونا ہی وارثِ پاک کی محبت کی دلیل ہے۔

(۸) محبت ہے تو سب کچھ ہے۔

(۹) محبت کا خاصہ ہے کہ محبوب کا عیب بھی ہنر معلوم ہو۔

(۱۰) انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے۔

(۱۱) محبت بھی خدا کا ایک راز ہے۔

(۱۲) محبت کسی کو ہنساتی ہے اور کسی کو رُلاتی ہے۔

(۱۳) بامِ حقیقت کی کمند محبت صادق ہے۔

(۱۴) محبت کی حقیقت تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔

(۱۵) فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل دی گئی ہے۔

(۱۶) محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے۔

(۱۷) محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

(۱۸) محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں ہوتا۔

(۱۹) محبت میں بے ادبی عین ادب ہے۔

(۲۰) دنیا کی محبت انسان کو حیوان سے بدتر بنا دیتی ہے۔

(۲۱) ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔

(۲۲) جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے۔

(۲۳) جو تم سے محبت کرے اس سے محبت کرو۔

(۲۴) محبت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔

(۲۵) کتابیں پڑھنے سے کیا ہوتا ہے تصدیق اور چیز ہے۔

(۲۶) خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، خیر وشر سب اسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق مشکل ہے۔

(۲۷) تصدیق ہزاروں میں ایک کی ہوتی ہے ہر شخص کا حصہ نہیں۔ پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔

(۲۸) صاحبِ توحید ہونا آسان ہے اور صاحبِ تصدیق ہونا مشکل ہے۔

(۲۹) جس کو یہاں تصدیق نہیں وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا۔ وہاں جا کر بجز پتھر کے اور کیا دیکھئے گا، خدا تو ہر جگہ ہے، کعبہ تو ایک چھت ہے۔

(۳۰) مدینہ منورہ میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے کہ ''اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ'' دوپہر کو جب ہوا گرم ہوئی تو مولوی صاحب گھبرائے۔ پانی بھی ان کے پاس ختم ہو چکا تھا۔ اُس وقت ہم نے کہا ''اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ'' تو مولوی صاحب خفا ہو گئے پس زبان سے کہنا اور بات ہے اور دل سے تصدیق اور چیز ہے۔

(۳۱) مکہ معظمہ میں ایک مولوی صاحب ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' (ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) کا وعظ بہت کیا کرتے تھے ان کے پاس ایک معمولی فرد تھی اس میں سردی معلوم ہوئی، میرے پاس دو کمبل تھے وہ شب کو ایک کمبل مانگنے آئے ہم نے کہا کہ ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' سے نہیں مانگتے! اس کے بعد فرمایا:

(۳۲) زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔

۳۳ جس کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتا۔

۳۴ انسان کو چاہیے کہ خدا پر بھروسہ رکھے جب خدا نے اس کی ضروریات کا ذمہ لیا ہے تو برابر کام بن جائے گا۔ جب ذمہ دار اللہ ہے تو اندیشہ بے کار ہے مگر تصدیق چاہیے۔

۳۵ نماز، روزہ اور چیز ہے تصدیق اور چیز ہے۔ اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں مگر حالت ضرور قابلِ لحاظ ہے۔

۳۶ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ ہمارے حلقۂ بیعت سے خارج ہے۔

۳۷ نماز ضرور پڑھنی چاہیے۔ یہ نظام عالم ہے۔ اگر یہ چھوڑ دی جائے تو عالم کے نظام میں خرابی آجائے گی۔

۳۸ نماز وہی ہے جو حضورِ قلب کے ساتھ ہو (پھر ایک باریوں بھی) کہ

۳۹ نماز برابر پڑھے جائے اگر ایک سجدہ بھی ہو گیا تو تمام نمازیں ہو گئیں۔

۴۰ نماز روزہ اور چیز ہے ایمان اور چیز ہے، نماز تو رکنِ اسلام ہے، اگر لاکھ روپیہ کی چیز رکھی ہو تو اس کا بھی خیال نہ کرے بس یہی ایمان ہے۔

۴۱ مسجد میں پیدل جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔

۴۲ جمعہ کی نماز میں سنت گھر پر پڑھ کر جانا سنت ہے۔

۴۳ جمعہ کی نماز کے بعد لوگ چار رکعت ظہر پڑھ لیا کرتے ہیں۔ یہ شک کی بات ہے اور ہمارے یہاں شک نہیں۔

۴۴ جو شخص چھپ چھپا کر نماز پڑھتا ہے تو نماز ہو جاتی ہے۔

۴۵ ہر شخص پر اتباع سنت اور پابندئ شریعت لازم ہے۔

۴۶ شریعت میں خود بینی منافیِ آدابِ عبدیت ہے۔

۴۷ شریعت ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انتظام نہ ہوتا تو سب کام بگڑ جاتے۔

بولتے کوتو سبھی نے پوجا مگر اس بولتے کو کوئی نہیں پوجتا

بولتا تھا نار میں اور نور میں

تھا اناالحق بولتا منصور میں

بولتا ہی احمد مختار تھا

بولتا ہی حیدر کرار تھا

بولتے کو بولتے کی چاہ ہے

بولتے میں دیکھو تو اللہ ہے

بولنا گر جسم سے جاتا رہا

پھر کسی سے بول کیا ناتا رہا

(۴۸) جس قدر ہمارے مرید ہیں وہ ہماری اولاد ہیں۔ جس کو جس قدر ہم سے محبت ہے اسی قدر اپنے بھائیوں سے اتفاق ہوگا۔ جو لڑکا اپنے باپ سے محبت کرے گا اُس کو اپنے بھائیوں سے اتفاق ہوگا۔

(۴۹) پیر بہت ہیں مرید مشکل سے ملتا ہے۔

(۵۰) مرید ہونا چاہیے۔ مرید ہو تو پیر کے سینہ پر چڑھ کر حاصل کر سکتا ہے۔

(۵۱) پیر کو رسمی مرید بہت ملتے ہیں مگر بامراد قسمت سے ہاتھ آتا ہے۔ جیسے خواجہ حضرت سعیدؒ کو غوثؒ پاک، حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت بابا صاحبؒ کو سلطان نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہیؒ، حضرت علاؤ الدین کو حضرت شمسؒ اور حضرت محبوب الٰہیؒ کو امیر خسروؒ اور حضرت مخدوم بہاریؒ کو مولانا ظفرؒ۔

(۵۲) مرید کی ترقی کا زینہ ادب ہے۔

(۵۳) مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے اور پھر اسے

کوئی قطرہ نہیں کہتا۔

(۵۴) پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے، جو پیر کی شکل ہے یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مرتبہ مل جاتا ہے۔ اور تمثیل میں مولانا کا یہ شعر پڑھا ؎

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

(جب تو نے پیر کی ذات کو قبول کرلیا تو خدا اور رسول اسی میں آگئے)

(۵۵) جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور ہے وہ پیر ناقص ہے۔

(۵۶) پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے۔ پیر کی صورت ہر وقت سامنے رہے اور وہی صورت ہر جگہ نظر آنے لگے یہی فنافی الشیخ ہے۔

(۵۷) مرید کو کامل یقین کرنا چاہیے، مرید ہونا چاہیے۔ مرید ہو تو خاک کے ڈھیر سے لے سکتا ہے۔

(۵۸) مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔

(۵۹) ہر جگہ ایک ہی نشان دیکھے جگہ جگہ مرید ہونا ہرجائی عورتوں کا سا شیوہ ہے۔

(۶۰) قیامت کے دن ہم اپنے مریدوں کو خدا کے سامنے پیش کردیں گے کہ اتنے تیرے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے میں شہادت دیتا ہوں، وہ رحیم وکریم ہے یقین ہے کہ ضرور کرم فرمائے گا۔

(۶۱) ایک صورت پکڑلو وہی تمہارے ساتھ یہاں رہے گی اور وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔

(۶۲) جس کے تصور میں مروگے اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔

(۶۳) جس صورت کا خیال پختہ ہو جائے گا وہی صورت بعد مرگ بھی قائم رہے گی۔

(۶۴) خدا محض آسمان پر نہیں ہے ہم تم میں چھپ کر سب کو وسوسے میں ڈال دیا ہے بس ایک صورت کو پکڑ لو خدا مل جائے گا۔

(۶۵) انسان جس چیز کو مضبوط پکڑ لے اور اس پر رک جائے وہیں خدا ہے۔

(۶۶) جب کوئی مصیبت پڑے ہمارے برزخ کا تصور کرو۔

(۶۷) تصور کا قاعدہ یہ ہے کہ تصور کرے اور جب صورت قائم ہو جائے تو مع اُس صورت کے دلِ صنوبری کی جانب متوجہ ہو اور دل کی آنکھ سے دیکھے۔

(۶۸) تصور کے متعلق آنکھ بند کر کے کیا دیکھتے ہو آنکھیں کھول کر دیکھو آنکھیں ہوتے ہوئے نابینا ہو جانا خدا کی ناشکری ہے۔

(۶۹) مشائخ کی توجہ دینے کے متعلق فرمایا کہ جس کے دل میں محبت نہ ہو اس پر کیا اثر ہوگا۔

(۷۰) شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے یہاں دل کے شجرہ سے کام ہے۔

(۷۱) فقیر کم اور مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ چونکہ منزل عشق سخت دشوار گزار ہے اس لیے طالب اس راستہ کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔

(۷۲) جس کو سب شیطان کہتے ہیں وہ اس راستہ میں دوست بن جاتا ہے دشمنی نہیں کرتا۔

(۷۳) لا الٰہ الا اللہ زبانی کہنا اور ضرب لگانا اور بات ہے۔ بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے، دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔

(۷۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے کو اپنی شریعت کی رو سے منع کیا سو وہ ناپسندیدہ ہوا اور اس کا وہی خلاف شرع کرنا پسند ہوا اس کو دل سے تعلق ہے۔

(۷۵) کسی کو بُرا نہ کہو نہ برا سمجھو۔

(۷۶) کسی کے مذہب کو بُرا نہ کہو کیونکہ اس کے ملنے کے بہت سے راستے ہیں۔
(اَلطَّرِیْقُ اللہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ)
(ترجمہ: تمام مخلوق کے جتنے افراد ہیں اس کے برابر اللہ کے راستے ہیں۔)

(۷۷) تعمیلِ خواہشاتِ نفس امارہ خدا سے دور رکھتی ہے۔

(۷۸) جو شخص اپنا کام آپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے کام کو پورا کر دیتا ہے۔

(۷۹) یقین کے ساتھ خدا کو مددگار جانو۔ ''وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَ کِیْلاً'' (ترجمہ: اور اللہ ہی مددگار کافی ہے۔)

(۸۰) خدا تم میں ہے مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔

(۸۱) من و تو کا جھگڑا جائے تو خدا کا جلوہ نظر آئے۔

(۸۲) موحد ہونا مشکل ہے۔

(۸۳) آج کل توحید ٹکے سیر ملتی ہے۔ بھیک مانگتے ہیں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مر جائے مگر ہاتھ نہ پھیلائے۔ توحید کی آج کل قدر نہیں۔

(۸۴) محبت کرو کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۸۵) ایمان محبت کاملہ کا نام ہے۔

(۸۶) جب تک خود بینی ہے حقیقت سے حجاب رہے گا۔ خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے اور بے خودی حجاب کو اٹھاتی ہے۔

(۸۷) کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دو۔

(۸۸) جس کی قسمت میں جو ہے وہ ضرور ملے گا اگر زندگی میں نہ ملا تو مرتے وقت ملے گا اگر مرتے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ٹھونس دیا جائے گا۔

(۸۹) دنیا داری دوکانداری ہے۔

(۹۰) جو کچھ ہے اگاؤ ہے باقی جھگڑا۔ سب دکھلانے کی چیز ہے اگر اگاؤ نہیں تو خاک۔

(۹۱) ہمارے یہاں مجوسی، عیسائی، سب مذہب والے برابر ہیں کوئی فرق نہیں۔

(۹۲) رام اور رب ایک ہی چیز ہے۔

(۹۳) اگر دُبدُھا (شک وشبہ) نہ رہے تو مسجد مندر میں ایک ہی دکھائی دے۔

(۹۴) مسجد، مندر، گرجا میں جہاں جائے سوائے ایک شان کے کچھ نہ دیکھے۔

(۹۵) جس کے دل میں یہ بات ہے کہ یہ کام ہوتا ہے کہ نہیں تو وہ کام نہیں ہوتا کیونکہ وہ دُبدُھا (شک وشبہ) میں پڑا ہے۔ نہیں بلکہ ضرور ہوگا۔

(۹۶) یقین اعتقاد کی روح ہے۔ جس میں یقین کی کمی ہے اُس کے اعتقاد کا کیا۔

(۹۷) خدا پر بھروسہ ہے تو وہ خود سامان کردے گا۔

(۹۸) خدا نے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے (اور بعد میں یہ پڑھا کرتے تھے) "كُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا"

(ترجمہ: ہر کام وقتِ مقررہ کا مرہون منت ہے۔)

(۹۹) نقش وعملیات کے متعلق فرمایا کہ یہ سب واہیات خرافات ہے۔ میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے اور محبت کی تعریف یہ ہے کہ "حُبُّ الشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيَصُمُّ" (ترجمہ: کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) جب انسان خدا کا ہوجاتا ہے تو خدا اس کا ہوجاتا ہے۔

(۱۰۰) یہاں دوئی کا گزر نہیں۔

(۱۰۱) (انگریز یا یہودی کو مرید کرتے وقت) فرماتے دیکھو موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو بُرا نہ کہنا۔

(۱۰۲) (پیشہ ور سے بیعت لیتے وقت) فرماتے ہاتھ کے سچے رہنا، ظلم نہ کرنا (درزی سے) فرماتے کپڑا نہ چرانا (دوکاندار سے) فرماتے پورا تولنا۔

(۱۰۳) اپنی وضع پر قائم رہنا۔ اگر ایک وضع بھی بن گئی سب کچھ ہے۔

(۱۰۴) جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۱۰۵) خدا کا ملنا صرف تہبند پر موقوف نہیں طلب پختہ ہو تو وہ ہر لباس میں مل سکتا ہے۔

(۱۰۶) رنج پہنچے تو صبر کرو اور راحت ملے تو شکر کرو۔

(۱۰۷) منصور کی بیتابی نے منصور کو دار پر چڑھایا۔

(۱۰۸) (ہندو حلقہ بگوش کو) فرماتے برہم پہچانو اور پتھر کو نہ پوجو اور جھٹکے کا گوشت نہ کھاؤ۔

(۱۰۹) توحید سے واقف ہونا دشوار ہے۔

(۱۱۰) ذکر اسدی کرے تو جناب شیر خدا کے برزخ کا تصور کرے اور تکمیل اس کی یہ ہے کہ ذاکر ذکر اسد اللہ الغالب میں ایسا فنا ہو کہ ذکر کرتے وقت ذاکر کے ہر عضوِ بدن سے شیر الٰہی کی شان نمودار ہو۔

(۱۱۱) (مجلس سماع میں لوگوں نے حال کے متعلق دریافت کیا) تو فرمایا: خدا کی رحمت ہے، بہت اچھا ہے مگر حال لانے والا مردود ہے۔

(۱۱۲) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا

(ترجمہ: جس نے نیک اعمال کیے اس کا نفع بھی اُسی کو ملے گا اور جس نے بُرے اعمال کیے اس کا نقصان بھی اُسی کو ہوگا۔)

کوئی اپنے دل اور زبان کو دوسرے کے لیے کیوں خراب کرے۔

(۱۱۳) کُل بنی آدم کا شمار اُمتِ محمدی میں ہے کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا اور قرآن پر صحائف آسمانی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس لیے نہ اب کوئی نبی آئے گا نہ کتاب نازل ہوگی۔ پس اگلی پچھلی سب اُمتوں کا شمار اسی اُمت میں ہے۔ بجا آوری حکم سب پر یکساں ہے جو پیرو ہیں وہ راہ پر ہیں بقیہ منکر، گمراہ، لیکن

اُمت کی حیثیت سے سب ایک ہیں باغی رعایا بھی اُسی کی کہلائے گی جس کی وہ ہے۔

(۱۱۴) عبادت صرف نماز ہی نہیں ہے اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزیں لانا، بیوی کی کفالت کرنا، بچوں کی دلداری، غلام لونڈی کی پرورش، حوائج ضروری سے فارغ ہونا، کھانا، کھلانا، سب عبادت ہے۔

(۱۱۵) (ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تعزیہ داری تو ممنوع ہے نہ کرنا چاہیے) فرمایا (ایک پرجوش لہجہ میں) کہ سنا سنا لوگ چاہتے ہیں کہ فاتحہ درود بھی بند ہو جائے مگر نہ یہ بند ہوا نہ کبھی بند ہوگا۔

(۱۱۶) خاندان قادریہ سے جن کو نسبت ہے ان پر جادو ٹونے کا اثر نہیں ہوتا۔

(۱۱۷) فرمایا جانتے ہو، حج مقبول کس کا نام ہے؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ عاشق معشوق سے مل جائے اس کا نام حج مقبول ہے۔

(۱۱۸) سرمد تسلیم و رضا کے بندے تھے سر دے دیا اور اُف تک نہ کی، نہ فتویٰ دینے والے رہے نہ سلطنت رہی مگر ایک سرمد کی جگہ لاکھوں سرمد پیدا ہو گئے۔

(۱۱۹) (گیارہویں شریف کے متعلق) ''مقامِ ہُو'' ایک عجیب مقام ہے۔ (بحساب ابجد) ھ کے پانچ اور واؤ کے چھ مل کر گیارہ ہوئے۔ حضرت غوث پاکؒ کی یہی منزل تھی۔ انتہا یہ کہ گیارہویں والے میاں مشہور ہو گئے۔

(۱۲۰) آدمی ہونا چاہیے۔ آدمی ہونا مشکل ہے۔ (کسی قدر سکوت کے بعد فرمایا) آدمی اسی وقت ہوتا ہے جب لطیفۂ قلب ذاکر ہو کیونکہ لطیفۂ قلب حضرت آدمؑ کے زیرِ قدم ہے اور معیتِ اقربیت حاصل ہے۔

(۱۲۱) جو نشیب و فراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا۔ جو اس سے نکل جائے اس کی نجات دنیا میں ہو جائے۔

(۱۲۲) فرمایا دس آدمی کا روٹی بانٹ کر کھائے۔

(۱۲۳) ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس اور طبیعت کو قابو میں رکھے، انجام کار کامیاب ہوگا۔ اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجود کو سزائے دار دی جائے گی۔ ؎

چوں قلم در دستِ غدّارے بود
لا جرم منصور بر دارے بود

(جب کسی ظالم غدار کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو پھر یقیناً منصور سُولی چڑھائے جاتے ہیں۔)

(۱۲۴) کافر بھی مثل مومن کے ہے اور واصلِ مقصود حقیقی۔ اگرچہ راہِ وصل میں اختلاف ہے مگر محبتِ اہلِ بیتؑ شرط ہے۔

(۱۲۵) اگر طلب صادق ہے تو دستارِ مولویت کو طاق پر رکھ دو ؎

پست شو تا فیض حق فائض شود
ہر کہ جا پستیست آب آنجا رود

(عاجز بن جا تا کہ حق کا فیض تجھ تک پہنچے۔ (کیونکہ) پانی ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے۔)

(۱۲۶) جب انسان اپنے نفس پر قادر ہوتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت میں آجاتا ہے۔ وحوش و طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔

(۱۲۷) طالب کے واسطے صرف "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي" (میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) کافی ہے۔ اس لیے ہم خدا کی ملکیت میں ہیں اور خدا ہماری ملکیت میں ہے کسی اور سے طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۲۸) شیطان پر بھی لاحول پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شیطان خدا کا رقیب نہیں

ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

(۱۲۹) دنیا فساد کا گھر ہے اور اہلِ دنیا خدا سے دور رہتے ہیں۔ دنیا کی محبت بُری چیز ہے۔

(۱۳۰) اس کائنات کا نام دنیا نہیں ہے غفلت کا نام دنیا ہے۔

(۱۳۱) معشوق کے ملنے نہ ملنے سے واسطہ نہ رکھے جو دل میں سما گیا اس پر قائم رہے۔ بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے وہ ایک آتشِ جگر سوز ہے جس کو عشق کہتے ہیں۔ یہ ایک بے اختیاری چیز ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوگی۔

(۱۳۲) فرمایا: اہل و عیال والے کی نسبت کہ ''میری وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑ تیری دنیا داری عبادت ہے۔''

(۱۳۳) جو خدا کُل امراض کو دور کر سکتا ہے وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔

(۱۳۴) جس کی نظر دوست پر ہو اس کا کوئی دشمن نہیں ہے۔

(۱۳۵) مشائخ عظام کے متعلق کہ وہ طریقے سب انتظامی ہیں اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے سب ایک سے ہو جائیں۔

(۱۳۶) شرط انصاف بھی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی تقسیم کی جائے (حضور والا اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اشرفیاں لاتے لوکی حلوائی کو دیتے اور اس کے ہم وزن بتاشہ لے کر بچوں میں تقسیم کرتے تھے)

(۱۳۷) اپنے میں جو سانس چلتی ہے بس یہی ذات ہے اس کی تصدیق مشکل ہے۔

(۱۳۸) جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل کو دیکھنا چاہیے۔

(۱۴۰) انا الحق سب پکارتے ہیں اور فنا فی اللہ ہونے کو موجود ہیں مگر انا الشیطان یا انا یزید کوئی نہیں بولتا یہ بات مشکل ہے۔

(۱۴۱) علماء ظاہر کی کیا الٹی چال ہے کہ جو دیکھ کے سجدہ کرتا ہے اسے کافر کہتے ہیں اور جو بغیر دیکھے سجدہ کرتا ہے اسے مومن۔

(۱۴۲) مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا رہے گا۔

(۱۴۳) اگر شوق کامل ہو اور طلب صادق ہو تو ہر ذرہ میں حبیب کی دید نصیب ہو سکتی ہے۔

(۱۴۴) جس پر سِرِ توحید منکشف ہو جاتا ہے وہ جانتا ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہے۔

(۱۴۵) موحدین شیطان اور رحمن میں فرق نہیں کرتے اور عشاق شیطان کو بُرا نہیں سمجھتے ہیں بلکہ واقعہ ابلیس ایک قسم کا خاص سبق ہے لیکن شریعت کے رو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدمؑ کو غیر سمجھا۔

(۱۴۶) علم وہی حاصل کرے جو مرتے وقت کام آئے اور وقتِ موت کلمہ زبان سے نکلے اگر زبان سے کلمہ نہ ادا ہو تو علم کس کام آیا؟

(۱۴۷) نفوس کو ذائقہ موت ہے اور روح کو ذائقہ موت نہیں۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" یہ نہیں فرماتا "كُلُّ رُوْحٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ"

(۱۴۸) باوجود اقتدار ایک عضو خاص کو بیکار کر دو اور کام نہ لو۔ شیطان کو بغل میں رکھ کر یادِ خدا کرنا بڑی بات ہے اور بڑا کام ہے۔ ''از نفسِ خود سفر کردن'' بڑی منزل ہے۔

(۱۴۹) ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعوئی جانشینی کرے وہ باطل ہے۔ ہمارے

یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاکروب، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ منزل عشق میں جانشینی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہی ہمارا خلیفہ ہے۔

(۱۵۰) قرض لینا انسان کے وقار کو ضائع کرتا ہے۔

(۱۵۱) اپنی بھلائی چھپاؤ اور کسی کی برائی نہ دیکھو۔

(۱۵۲) عمداً کسی کی حق تلفی نہ کرو۔

(۱۵۳) انسان کو چاہیے کہ زمین کی خاصیت اختیار کرے کہ سب کا بوجھ اٹھائے اور اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالے۔

(۱۵۴) حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔

(۱۵۵) (کسی نے عرض کیا کہ تہتر فرقوں میں بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی ہے تو وہ کون سا فرقہ ہے) فرمایا: جو حسد سے الگ ہو اور جو حسد میں شامل ہے وہ بہتر میں شامل ہے۔ ح۔س۔د۔کل بہتر ہوئے۔

(۱۵۶) حریص حرماں نصیب ہوتا ہے۔

(۱۵۷) لالچ ذات کا پیش خیمہ ہے۔

(۱۵۸) وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔

(۱۵۹) دوسرے کا احسان یاد رکھو اور اپنا احسان بھول جاؤ۔

(۱۶۰) کسی بندہ پر احسان کرنے سے خدا کے ان احسانات کا شعور ہوتا ہے جو ہر وقت وہ بندہ نوازتم پر کرتا ہے اور یہ شعور حاصل ہونے سے شکر کے ہوتا ہے اور شاکرین میں شمار ہو جاتا ہے۔

(۱۶۱) بھائی بھائی میں محبت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔

(۱۶۲) دشمن سے بغض نہ رکھو کیونکہ بغض کی کثافت دل کو خراب کرتی ہے۔

(۱۶۳) اگر کسی کے ہاتھ سے تکلیف پہنچے تو قبل اس کے کہ وہ منفعل (شرمسار۔نادم) ہو

تم معاف کردو۔

(۱۶۴) باوجود اختیار کے دشمن سے بدلہ نہ لو کیونکہ فاعل حقیقی ایک ہے تو بدلہ کس سے اور کون لے گا؟

ایک عالم صاحب حضرت مستقیم شاہ صاحبہ کے عرس کے متعلق معترض ہوئے کہ مستورات کا عرس جائز نہیں ہے۔ (حضرت مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ صرف حضور کے ممتاز فقرا ہی میں نہیں بلکہ حضور کی عاشق صادق تھیں۔ چنانچہ حضور وارث پاکؒ نے خود اُن کا عرس بمقام فتح پور ضلع بارہ بنکی، جہاں ان کا مزار ہے قائم کیا تھا)

(۱۶۵) فرمایا: مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں اور جب مخلوق کی یہ حالت ہے تو اولیا اللہ کی شان میں تو فرمان موجود ہے۔ ''اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ''

پس جو کچھ اولیاء اللہ کے لیے ہوتا ہے وہ زندہ نذر ہے۔ اور ہمارے نزدیک تو عورت ہو یا مرد جو طالب مولا ہو وہی مذکر ہے۔ مولوی صاحب آپ ہی بتلائیے کہ مستقیم شاہ صاحبہ نے طلبِ مولا میں سر کھولا یا طلبِ عقبیٰ میں۔ مولوی صاحب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

ایک پنڈت جی سے حضور قبلۂ عالم نے دریافت کیا کہ بتاؤ جب پرہلاد نے عالمِ ذوق میں برہم یعنی معبود حقیقی کا نام رٹنا شروع کیا اور اس وقت اس کا باپ ہرناکس جو بہت طیش میں آگیا اور اپنے لائق بیٹے سے کہنے لگا کہ خبردار میرے سامنے رام کا نام نہ لینا ورنہ تلوار سے سر اُڑا دوں گا۔ پرہلاد نے جب باپ کی یہ بے جا مخالفت سنی تو اُس کو بھی جوش آگیا اور اس نے بھی حالتِ وجد میں اپنے باپ سے کہا کہ (مجھ میں رام، تجھ میں رام، کھڑک، کھم سب میں رام) یعنی مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم سب میں اس خدائے واحد کا جلوہ موجود ہے۔ اُس کے یہ کہتے ہی ستون یعنی کھم پھٹ گیا اور برہم کی صورت شیر کے چولے میں نمودار ہوئی جس نے ہرناکس کو پارہ

پارہ کردیا۔ تو سوال یہ ہے کہ پرہلاد نے مجھ میں تجھ میں تلوار اور ستون چار چیزوں میں برہم کے جلوے کا ذکر کیا مگر صورت برہم کی صرف ستون (یعنی) کھم سے ظاہر ہوئی اور باقی تین چیزوں سے نہیں ظاہر ہوئی تو سوال یہ ہے کہ ستون کی کیا تخصیص تھی جب کہ وہ سب چیزوں میں موجود ہے۔

پنڈت جی نے مؤدب عرض کیا کہ میں اس کے جواب سے قاصر ہوں، تب حضور نے فرمایا:

(۱۶۶) سنو سنو پنڈت جی۔ پرہلاد نے مجھ میں، تجھ میں، کھڑک، کھم، چار چیزوں میں شاہد حقیقی کے جلوے کا اظہار کیا مگر کھم یعنی ستون پر آکر رُک گیا تو جہاں رُکا وہیں سے خدا ظاہر ہوگیا۔



شجرۂ وارثیہ

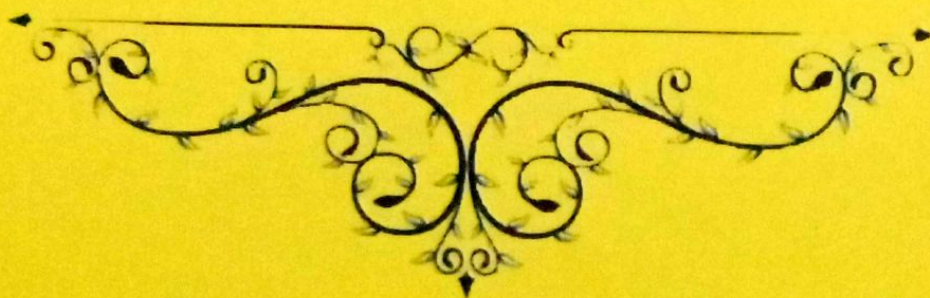
اے خدا بہرِ محمد مصطفیٰ
دل میں میرے نورِ ایماں کر عطا
اے خدا بہرِ جنابِ فاطمہؓ
دے مجھے توفیقِ تسلیم و رضا
اے خدا بہرِ علی مرتضیٰ
عشق میں اپنے مجھے کر مبتلا
از پئے حسنینؓ اے میرے خدا
راستہ اپنی محبت کا دکھا
بہرِ جانِ پنجتنؓ وارث علی
کھول دے یارب مرے دل کی کلی
ان کی اُلفت میں مجھے کر دے فنا
اپنے وارث پر میں ہو جاؤں فدا
ہو کرم کی اک نظر محبوبؐ پر
خاتمہ ہو جائے وارث نام پر

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمْ



الحاج فقیر محبوب شاہ وارثی الهندی العربی ۱۹۶۰ء میں عمان (اُردن) سے پاکستان تشریف لائے اور ندائے غیبی [کے پہلے اڈیشن] کی طباعت کی ذمہ داری سید مختار علی وارثی بھرت پوری کو تفویض فرما کر واپس بغرضِ حج بیت اللہ روانہ ہوئے۔ اسی دوران موصوف مسجد نبویؐ میں روضۃ الجنت میں نمازِ جمعہ ادا کرتے ہوئے دوسری رکعت میں سجدے کی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ اور تجہیز و تکفین کا انتظام شاہ حسین والئ اُردن کے قافلہ سالارِ حج نے ادا کیے اور جنت البقیع میں آپ کی تدفین کی گئی۔

حاجی ناصر حسن صاحب وارثی



ندائے غیبی کا تعلق ازل سے ہے۔ اگر یہ نبیوں اور رسولوں کو سنائی دے تو وحی اور ولیوں کو سنائی دے تو کشف اور الہام اور شاعروں کو سنائی دے تو آمد کہلاتی ہے۔ جن ارواح نے اس ندا کو سُن کر لبیک کہا اور پھر اسے یاد رکھا وہ صاحبِ ایمان ٹھہرے اور جو اسے بھول گئے وہ منکر قرار پائے۔

اردن کے باسی شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی نے سرکار حضور عالم پناہ سیدنا حاجی وارث علی شاہ ؒ کے پہلو میں ندائے عہدِ الست پہ بلیٰ کہا اور پھر اس عالم رنگ و بو میں آنے کے بعد سرکار وارثِ عالم نواز ؒ کے قدموں میں آگرے۔ آپ کے دستِ حق پرست پہ شرفِ بیعت حاصل کر کے احرامِ فقر کی نعمت پائی اور پھر ساری زندگی سرکار وارثِ عالم نواز ؒ کے ترانے گاتے گذار دی۔

"ندائے غیبی"، شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی نے اپنے مرشدِ کریم سرکار وارثِ عالم نواز ؒ کے حالات، کرامات اور ملفوظات پہ مشتمل ایک ایسا مختصر مگر جامع اور حسین مرقع تیار کیا جس میں گویا کوزے میں دریا بند کر دیا۔ جناب رانا عارف علی نے اس گلدستہ کی تزئین و آرائش کر کے انتہائی خوبصورت انداز سے سرکار وارثِ عالم نواز ؒ کے محبین کی نذر کرنے کا اہتمام کیا۔ اللہ کرے ان کی یہ سعیٔ پُرخلوص شرفِ قبولیت سے باریاب ہو اور قارئین اس تصنیفِ لطیف سے بھرپور مستفید و مستفیض ہوں۔

خاکِ درِ حبیبؐ

راشد عزیز وارثی المعروف فقیر مراد شاہ وارثی

آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف (گوجرخان، راولپنڈی)



مخدوم ملّا میر جان لائبریری غزالی

ISBN: 978-969-9928-20-8